هفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ
۲۱ر جنوری ۱۹۸۳ء

ہدیہ
دو روپے

یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہ

عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الدَّجَّالُ وَ ھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْہِ اَنْ یَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِیْنَۃِ فَیَنْزِلُ بَعْضَ السَّبَاخِ الَّتِیْ تَلِی الْمَدِیْنَۃَ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ رَجُلٌ وَّھُوَ خَیْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِیَارِ النَّاسِ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّکَ الدَّجَّالُ الَّذِیْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَہٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ ھٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُہٗ ھَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُہٗ ثُمَّ یُحْیِیْہِ فَیَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ فِیْکَ اَشَدَّ بَصِیْرَۃً مِّنِّی الْیَوْمَ فَیُرِیْدُ الدَّجَّالُ اَنْ یَّقْتُلَہٗ فَلَا یُسَلَّطُ عَلَیْہِ (متفق علیہ)

ابی سعید رضؓ الخدری سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجّال آئے گا۔ حالانکہ اس پر مدینہ کے راستوں سے داخل ہونا حرام ہوگا پھر اترے گا بعض شور زمین میں جو مدینہ کے متصل ہوگی پھر اس کی طرف ایک شخص نکل کر جائے گا اور بہترین آدمی ہوگا۔ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجّال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی۔ دجّال کہے گا بتلاؤ تو سہی اگر میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر دوں آیا تمہیں میری الوہیت کے معاملہ میں پھر بھی شک رہے گا لوگ کہیں گے ہرگز نہیں، پھر اُسے قتل کر کے زندہ کر دے گا۔ پھر وہ مومن کہے گا خدا کی قسم ہے آج مجھے تیرے متعلق اتنی سخت بصیرت حاصل ہوئی ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ پھر دجال اسے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا مگر اس پر قابو نہیں پا سکے گا۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَھَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ۔ (رواہ البخاری)

ابی رضؓ بکرۃ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں — آپؐ نے فرمایا مسیح دجّال کا خوف مدینہ والوں پر نہیں ہوگا۔ مدینہ کے ان دنوں سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ ھِمَّتُہُ الْمَدِیْنَۃُ حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰئِکَۃُ وَجْھَہٗ قِبَلَ الشَّامِ وَ ھُنَالِکَ یَھْلِکُ — (متفق علیہ)

ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مسیح مشرق کی طرف سے آئے گا اس کا ارادہ مدینہ میں پہنچنے کا ہوگا یہاں تک کہ اُحد پہاڑ کے پیچھے آ کر اُترے گا۔ پھر فرشتے اس کے منہ کو شام کی طرف پھیر دیں گے۔ اور وہیں جا کر ہلاک ہوگا۔



جلد ۲۸ • شمارہ ۲۹
جمعۃ المبارک
۲۱ رجنوری ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمان علوی
ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی



دفاتر
کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ، بہلی جو رنگی ناظم آباد، کراچی ۲۱۱۴۴۳
لاہور: خدام الدین مرکز، اندرون شیرانوالہ دروازہ، فون ۶۴۹۹۲

بدل اشتراک
سالانہ ...... ۱۰۰ روپے
ششماہی ...... ۵۰ روپے
سہ ماہی ...... ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے



اصل بات سامنے آ ہی گئی

جمعیۃ علماء اسلام جیسی نظریاتی اور فکری جماعت سے حال ہی میں جو چند حضرات و عزیزانِ گرامی علیحدہ ہو کر "نئی تنظیم" کا دعوےٰ کر رہے ہیں ان میں سے جس کسی سے معلوم کیا جائے کہ اس "مرکز گریز" پالیسی کا سبب کیا ہے، تو وہ جھٹ ایک ہی جواب دیں گے یعنی یہ کہ جماعتی قیادت آئین و دستور کا احترام نہیں کرتی —— اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ہنگامہ اجلاس خانپور کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے اور عام ورکروں کو باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اجلاس خانپور کے موقعہ پر جنرل کونسل کے اکثر اراکین جماعتی قیادت میں نئے خون کو شامل کرنے پر مصر تھے لیکن حضرت امیر مرکزیہ نے ان کی بات چلنے نہ دی اور اجلاس کو سبوتاژ کر دیا گیا —— ہم اس وقت اجلاس خانپور کے سلسلہ میں حقائق منظر عام پر لانا نہیں چاہتے۔ ویسے جو حضرات وہاں موجود تھے، وہ خوب جانتے ہیں کہ بعض عظیم لوگ اپنی عظمت کا لحاظ کئے بغیر کس طرح ہر کس و ناکس کو محض عقیدت کی بنیاد پر جنرل کونسل کے نام پر اکٹھا کر کے لائے۔ اور پھر حضرت الامیر کی میزبانی اور ان کے شخصی و جماعتی وقار کو کس طرح مجروح کیا اور اپنے مخصوص مقاصد کے لئے مسلم لیگ کے دورِ شباب کی الیکشن بازی اور انتخابی مہم جوئیوں کی کس طرح یاد تازہ کی۔ اے کاش! طائفہ منصورہ و ناجیہ سے اپنی فکری، علمی اور عملی وابستگی کا دم بھرنے والے اساطینِ ملّت سوچتے کہ ان کی اس طرح کی روش سے ملک کی اجتماعی زندگی پر کتنے گہرے اثرات مرتّب ہوں گے —— ستم یہ ہے کہ خانپور کے بعد لاہور کی ایک دینی درسگاہ میں اسی انداز کی جنرل کونسل کا اجتماع منعقد کر کے نئے انتخابات منعقد کرا لئے گئے اور نئی باڈی تشکیل کر کے ملک میں دوروں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا —— ہمیں نئے انتخابات اور دوروں سے کوئی ڈر ہے نہ خوف —— وقت کی رفتار خود بتا

دے گی کہ جو ہؤا وہ کس حد تک درست تھا ــــ؟ تاہم ہمیں افسوس ضرور ہے اور اس کا سبب وہ ہے جس کا اظہار ہم سطور بالا میں کر چکے ہیں۔

مرکز گریز پالیسی اپنانے والے حضرات کی دلجوئی کی غرض سے چار نظما کی قربانی دی گئی ــــ ایسے حضرات کو ذمہ داریاں سونپی گئیں جن کی بنیادی رکنیت تک پر بعض حلقے شبہ کا اظہار کرتے ہیں ــــ اور مصالحت کی چند در چند کوششیں کی گئیں لیکن کسی چیز کا مثبت نتیجہ برآمد نہ ہؤا بلکہ مرکز گریز حضرات و عزیزان نے مصالحانہ رویّہ کو جماعتی قیادت کی کمزوری سمجھ کر نت نئے شگوفے چھوڑے اور مسلسل یہی پروپیگنڈا کیا گیا کہ دستور کی خلاف ورزی ہو رہی ہے ــــ کراچی سے پشاور تک ایک مخصوص ذہنیت کے افراد کو اس مہم پر لگا دیا گیا جو ہر ورکر کو یہ باور کرائیں کہ مرکزی قیادت دستور کا احترام نہیں کرتی ــــ اے کاش! کوئی پوچھنے والا ہوتا کہ چند حضرات کا باہم مل بیٹھ کر جماعت کو توڑ دینا اور نیا نظم اختیار کر لینا کون سے دستور کی رو سے جائز ہے؟ ــــ ہماری سوچی سمجھی رائے کل بھی یہی تھی اور آج بھی یہی ہے کہ جماعتی قیادت میں تبدیلی یا جنرل کونسل کا اجلاس بلا کر آج کے حالات میں پالیسی پر نظر ثانی جیسے مسائل محض پروپیگنڈا کے لئے اٹھائے جا رہے ہیں ــــ ورنہ جماعتی اکابر کو عہدوں سے چمٹا رہنے کا کوئی شوق نہیں اور نہ ہی حالات کی اصلاح کے لئے کسی صحیح اقدام سے گریز ہے ــــ اصل مسئلہ اس اتحادی ملغوبہ کا ہے جس کی تشکیل اور جس کے لئے بیرون ملک بیگم بھٹو کی ہدایات کا ذکر ہم گذشتہ ہفتہ کر چکے ہیں ــــ یار لوگ کہتے ہیں کہ اس اتحادی ملغوبہ کے بانی مرحوم مفتی محمود تھے جب کہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ ایسا نہ تھا اور اگر ایسا ہوتا بھی تو مفتی صاحب مرحوم کا کوئی فیصلہ جنرل کونسل کی منظوری کے بغیر نہ لاگو ہوتا ــــ

بعض حضرات و عزیزان نے دوسری جماعتوں کے قائدین سے شاید اس قسم کے اندرونی وعدے کر رکھے ہیں کہ ان کی تکمیل و ایفا کے لئے جماعتی ڈسپلن تک کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے اور اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ جھگڑا ایم۔آر۔ڈی کا نہیں۔

آپ روزنامہ جنگ لاہور کی اشاعت مجریہ ۸ر جنوری ۸۳ء کا آخری صفحہ دیکھیں ــــ مخدوم زادہ گرامی حضرت میاں سراج احمد صاحب دام مجدھم کا انٹرویو موجود ہے۔ اس کے باقی مندرجات کو تو چھوڑیئے نہ ان پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں محض ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمالیں:۔

سوال: کیا اب درخواستی گروپ کے ساتھ مصالحت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی؟

جواب: ہم آج بھی مولانا عبداللہ درخواستی کو اپنا امیر تسلیم کرنے کو تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایم۔آر۔ڈی میں شمولیت کے فیصلے کو تسلیم کریں ــــ گویا جنرل کونسل کے فیصلے کا احترام کریں۔

جامعہ مدنیہ گروپ(؟) کے سربراہ مکرم کی طرف سے جو جواب ارشاد فرمایا گیا ہے وہ اپنے مالہ، ماعلیہ کے حساب سے بالکل واضح ہے اور ہمارے اس مؤقف کا واضح مؤید کہ اصل جھگڑا ایم۔آر۔ڈی کا ہی ہے۔ جب مولانا درخواستی زید مجدھم اور ان کے رفقاء گرامی دستور کے پابند نہیں ــــ اور دستور کا احترام نہیں کرتے تو انہیں امیر تسلیم کرنے کی وجہ ــــ؟ یعنی ایک غیر آئینی و غیر دستوری جنرل کونسل کے لایعنی فیصلہ پر یہ حضرات انگوٹھے لگا دیں تو سب درست ورنہ سب غلط ــــ ہم جماعتی اکابر اور عزیز ورکروں سے درخواست کریں گے کہ وہ ملک کے اندرونی اور بیرونی حالات کا سنجیدگی کے

(باقی پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: خالد سلیم

ذِکر سے گناہوں کی نفرت پیدا ہوتی ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبۂ مسنونہ:۔

آپ حضرات بڑے سعادت مند ہیں کہ حق تعالےٰ نے آپ کو اپنے ذکر کی اس مجلس میں شریک ہونے کی توفیق نصیب فرمائی ہے۔ ورنہ بہت سے لوگ ہیں جو دنیا کمانے میں اس حد تک مشغول ہیں کہ انہیں اللہ کا ذکر تو کیا نماز جو ایک اہم فریضہ ہے اور جس کے بارے میں قیامت کے دن سب سے پہلے باز پرس ہونی ہے اسے ادا کرنے بلکہ انہیں تو اپنے پڑوسیوں اور غریب رشتہ داروں کی خبرگیری کی بھی فرصت نہیں اور وہ یوں ہی بے پرواہی میں اور دولت اکھٹی کرنے میں زندگی گذار دیتے ہیں اور اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے لئے ان کے پاس کوئی سامان نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کے اعتبار سے تو بڑے دولت مند ہوتے ہیں لیکن آخرت کے معاملہ میں وہ بڑے ہی مفلس اور نادار ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب انسان مرتا ہے تو تین چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں۔ دولت، رشتہ دار، اور اس کے اعمال۔ دفن کے بعد اس کی دولت اور رشتہ دار تو واپس آجاتے ہیں (اور پھر رشتہ دار اُس دولت کو آپس میں بانٹنے اور تقسیم کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں) جب کہ اس کے اعمال اس کے ساتھ قبر میں جاتے ہیں۔ اور گویا آخرت کے سفر میں اس کے ساتھ جانے والے اس کے اچھے یا بُرے اعمال ہی ہوتے ہیں۔ اب اگر اس کے اعمال نیک ہوئے اور اس نے اہلِ علم کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے عقائد و اعمال کو درست کر رکھا ہوگا تو اسے آخرت کے اس سفر میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بلکہ حق تعالےٰ اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس نے اپنی زندگی یوں ہی لہو و لعب میں، دنیا کے تماشوں میں اور دینی مجالس اور نیک لوگوں کی صحبت سے دور دور ہی گذاری ہوگی تو ظاہر ہے اعمال کی بنیاد پر تو اس کے ساتھ معاملہ بڑا سخت ہوگا یہ الگ بات ہے کہ حق تعالیٰ اس کو اپنی خصوصی عنایت و مہربانی سے بخش دیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایک گناہ تو ایسا ہے جسے میں ہرگز معاف نہیں کروں گا اور وہ شرک کا گناہ ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ تمام گناہ اس سے بہرحال چھوٹے ہیں اس لئے اُن میں سے جس کو میں چاہوں گا معاف کر دوں گا۔

تو بہرحال اللہ والوں اور اہل علم سے تعلق رکھنے سے نماز اور دوسرے ارکانِ اسلام پر عمل پیرا ہونے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے شرک اور دوسرے گناہوں اور نافرمانیوں سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور انسان جس قدر اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے اتنی ہی یہ نفرت شدید ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ آپ حضرات جس مقصد کے لئے شریک ہوئے ہیں وہ مقصد آپ کو حاصل ہو اور ذکر اللہ کی برکت سے ہر قسم کی برائی کے خلاف نفرت آپ کے دل میں پیدا ہو جائے۔ آمین!

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

دینِ اسلام کو لہو و لعب بنانے والوں کا انجام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ٥

(صدق اللہ العلی العظیم) (الانعام)

ترجمہ : اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ، اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کر ان کو قرآن سے تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی اپنے کئے میں کہ نہ ہو اس کے لئے اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر بدلے میں سارے بدلے تو قبول نہ ہوں اس سے، وہی لوگ ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کئے میں، ان کو پینا ہے گرم پانی اور عذاب ہے دردناک بدلے میں کفر کے۔۔

(حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح)

بزرگان محترم ! برادران عزیز!

سورۃ الانعام کی آیت اور اس کا ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالےٰ کے حوالہ سے عرض کیا گیا۔ اب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کے تشریحی نوٹس ملاحظہ فرما لیں :۔

”بقول علامہ عثمانی وہ دین جس کا قبول کرنا لوگوں کے ذمہ فرض تھا اس کو یار لوگوں نے لہو و لعب اور کھیل تماشہ سمجھ لیا اور دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر اپنی عاقبت کو بھلا بیٹھے (آپ ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دیں اور ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں) ایسے لوگوں کا انجام بڑا المناک ہوگا (بقول مولانا عثمانی) —— یعنی ایسے لوگوں کو جو تکذیب و استہزا کی کرتوت میں پکڑے گئے ہوں، نہ کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے زبردستی عذاب الٰہی سے چھڑا لے، اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سعی و سفارش سے کام نکال دے۔ اور نہ کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول کیا جائیگا اگر بالفرض ایک مجرم دنیا بھر کے معاوضے دے کر چھوٹنا چاہے تو نہ چھوٹ سکے گا۔“

اسی طرح سورۃ معارج کی ابتدا میں ہے :۔

”چاہے گا گنہگار، کسی طرح چھڑوائی میں دے کر اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹے کو اور اپنی عورت کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے گھرانے کو جس میں رہتا تھا اور جتنے زمین پر ہیں سب کو پھر اپنے آپ کو بچالے، ہرگز نہیں۔“ (حضرت شیخ الہند رح)

بقول عثمانی رح :۔

”یعنی چاہے گا کہ بس چلے تو سارے اسباب بلکہ ساری دنیا کو فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے مگر یہ ممکن نہیں“۔

اس طرح کی آیات قرآن عزیز میں جا بجا موجود ہیں۔ جن میں دین اسلام کو کھیل تماشہ بنانے کی مذمت ہے۔ ساتھ ہی اہل صدق و صفا اور اہل دین کو اس قسم کے ناہنجار لوگوں کی رفاقت و معیت سے روکا گیا ہے —— بلکہ قرآن عزیز میں سورۃ مدثر میں ایک مقالہ سے جس کا تعلق اہل جنّت اور اہل جہنم سے ہے۔ اہل جنّت اہل جہنم سے اس ذلت و رسوائی کی وجہ دریافت کریں گے تو وہ جہاں نماز نہ پڑھنے اور غربا کی مدد نہ کرنے کا ذکر کریں گے اور ان جرائم میں اپنے ملوّث ہونے کا رونا روئیں گے وہاں یہ بھی کہیں گے۔ ”ہم بھی باتوں میں بحث کرتے بحث کرنے والوں کے ساتھ“ یعنی دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بدصحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ گویا بدصحبتی اور بری رفاقت نے ہمیں مارا۔ اور ظاہر ہے کہ دین کو کھیل اور مذاق بنانا اور اس دین فطرت کو بگاڑ کر من بھاتی خرافات کا نام دین رکھ لینا اس سے بڑی بدبختی اور کچھ نہیں ہو سکتی —— اسی کا بُرا انجام سامنے آیا، اور انسان نے ہائے وائے شروع کر دی۔ حتیٰ کہ وہ بیوی بچوں تمام املاک و جائداد حتیٰ کہ ساری زمین کو فدیہ دینے پر آجائے گا اور یہ تک گوارا کرے گا کہ عزیز از جان اولاد اور بیوی تک آگ میں جلے، عذاب میں گرفتار ہو، سب ہو جائے، میں بچ جاؤں —— اس حد تک پستی پر آنے کے باوجود جان نہ چھٹے گی۔ اور یار لوگ فریاد کریں گے —— اور جنتیوں سے کہیں گے —— ”بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو روزی دی تم کو اللہ نے“ —— لیکن اہل جنت کا جواب ہوگا کہ :۔

”اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے (کون کافر؟) جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین کھیل اور تماشہ“۔

(الاعراف)

اندازہ لگائیں کہ دین کے ساتھ بھونڈے مذاق کا انجام کیا ہوا؟ کس طرح بدبختی اور نامرادی نے گھیر لیا اور کس طرح انسان ذلت و رسوائی کا شکار ہوا —— آئیں ایک لمحہ کو سوچیں کہ آج کا برخود غلط مسلمان وہ اپنے دین کے ساتھ کیا کر رہا ہے —— دین نے اسے توحید کا سبق پڑھایا، اس نے قبروں پر سجدے شروع کر دئے۔ قبریں دھونی شروع کر دیں، ان پر غلاف اور چادریں چڑھانی شروع کر دیں اور ان کا طواف شروع کر دیا۔ دین نے اسے احترام رسالت کا سبق دیا۔ اس نے رسولِ برحق کی تعلیمات پر عمل کے بجائے آنحضرت علیہ السلام کا یوم ولادت (؟) اتنے بھونڈے طریق سے منانا شروع کر دیا کہ توبہ بھلی —— ہر گلی اور ہر سڑک پر چند آوارہ لونڈے چندے کی مشق میں مشغول —— پھر جھنڈیاں، جلوس، ہارمونیم اور باجے، ریڑھے اور اونٹ گھوڑے —— نماز ایک نہیں۔ روزہ ایک نہیں — محلہ کی بیوہ عورتوں کی خبر نہیں، علاقے کے یتیموں کا احساس نہیں، ضعفاء و مساکین کی غربتوں کی فکر نہیں —— کتنا ستم ہے —— کتنی بدنصیبی ہے —— اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے —— زندہ نبی کی زندہ شریعت کا اتنا مذاق کہیں ہوا؟ کسی نے اس طرح اپنے نبی کی شریعت کی توہین کی؟ اور پھر وہ لوگ کہاں ہیں جو ان تمام چیزوں کو خلاف دین و شریعت اور خلاف تعلیماتِ اسلام سمجھتے ہیں۔ لیکن نام نہاد سواد اعظم کے خوف سے منہ نہیں کھولتے —— تف ہے ان پیرانِ تسمہ پا پر اور باعث صدہزار شرم ہیں وہ اہل علم۔ جو عوام کی بھیڑ پیچھے چل پڑے اور کتنا المناک ہے یہ منظر کہ ارباب اقتدار کو سن ”لمن الملک“ سے سراسر غافل ہو کر محض چند روزہ اقتدار کی غرض سے جاہل

عوام سے بڑھ کر ایسی حرکات کرتے ہیں کہ توبہ بھلی ——— عزیزو! وہ آیات ایک بار پھر پڑھو، ان کا ترجمہ پڑھو ——— قرآن میں غور کرو، تدبّر سے کام لو ——— اور سوچو کہ جو کرتے ہو اور جو ہونا ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟

اللہ رب العزت ہمیں تمہیں معصوم نبی اور پیارے نبی کی شریعت پر چلائے، قبر و حشر کی سختیاں اس طرح دور ہوں گی ورنہ پھر عذاب الیم ہوگا اور اُبلا ہوا پانی ——— اے اللہ! ہماری حفاظت فرما اور ہمیں نیک بنا۔

بقیہ : اداریہ

ساتھ جائزہ لیں اور آنے والے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں ——— ایک لایعنی مسئلہ کو اپنی ناک کا مسئلہ بنا کر جماعتی وقار کو داؤ پر نہ لگائیں ورنہ صبح قیامت ان تمام سرگرمیوں کا جواب دینا ہوگا، جو خلاف دستور و آئین ہیں اور جن سے مرحوم جماعتی اکابر و اسلاف کی روحیں بے چین ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے مرحوم اسلاف کی اس عظیم وراثت کی قدر کرنے اور اس کے تقاضوں کو اپنانے کی توفیق دے۔

مولانا سندھیؒ اور اُن کی تفسیر

ڈاکٹر مغل کا عظیم کارنامہ

****

حضرت امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر پر ڈاکٹر منیر مغل کا مقالہ برائے پی، ایچ، ڈی (سندھ یونیورسٹی) سے منظور ہو چکا ہے۔ اس کے نگران ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ ڈائریکٹر اسلامی تحقیقاتی ادارہ اسلام آباد تھے ——— انگریزی، اردو میں یہ مقالہ عنقریب طبع ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر مغل کی محنت کا اصل اندازہ تو اس کی اشاعت کے بعد ہوگا ——— آنے والی سطور میں جہاں اس مقالہ پہ گفتگو ہے وہاں خود مولانا سندھی پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے ——— یہ سطور گویا اس مقالہ کا پیش لفظ ہیں جو امام سندھی کے تربیت یافتہ اور ان کے مشن کے وارث مولانا عبیداللہ انور کی نگرانی و سرپرستی میں ایڈیٹر خدام الدین نے لکھیں ——— شاہ ولی اللہ سوسائٹی کی پہلی فکری نشست منعقدہ ۱۱ / دسمبر ۱۹۸۲ء بمقام مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں خود مرتب نے اسے پڑھا۔ مولانا انور اور دوسرے بزرگوں اور احباب کی خواہش پر افادہ عام کی غرض سے اب یہ مقالہ خدام الدین میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت الشیخ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہٗ سید صدر الدین بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"دو نعمت در عالم بالفعل موجود است کہ فوق جمیع نعمتہا است ولیکن مردم قدر آں نعمت نمی شناسند و بداں پے نمی برند . . . . . یکے آں کہ وجودِ مبارک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بصفت حیات

در مدینہ موجود است . . . . . . دیگر آں کہ قرآن مجید کہ کلام پروردگار است و وے سبحانہ تعالیٰ بے واسطہ بداں متکلّم"

(اخبار الاخیار ص ۲۱۵)

کہ "دنیا میں بالفعل دو نعمتیں موجود ہیں جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہیں لیکن لوگ ان کی قدر نہیں پہچانتے اور ان کے مطابق چلتے نہیں۔ ان نعمتوں میں ایک نعمت تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کا وجود مبارک ہے جو بصفتِ حیات مدینہ طیبہ میں موجود ہیں۔ اور دوسری نعمت قرآن حکیم ہے جو اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور حضرت حق اس کے ساتھ بغیر کسی واسطہ کے تکلّم فرمانے والے ہیں"۔

شیخ دہلوی نے جو بات فرمائی، کیا ان کی اپنی ذہنی اختراع ہے؟ نہیں بلکہ فی الحقیقت یہ تو ایک ارشاد پیغمبر کی حسین تعبیر ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنت رسولہ۔

عن انس رضی اللہ عنہ مرسلاً فی الموطا ——— بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۴۴ھ۔

گویا کتاب اللہ اور سنت رسولؐ جو وجود مبارکہ موجودہ بصفت حیات فی المدینہ کے اعمال و افعال ہیں، انہی کی پیروی و اتباع ہدایت ابدی کا ذریعہ اور خسران دارین سے بچنے کا وسیلہ ہیں ——— اور یہی مقصد ہے شیخ دہلوی علیہ الرحمہ کا۔

اور حضور نبی مکرم علیہ السلام کے اس ارشاد مقدسہ کا منبع دراصل قرآن عزیز کی وہ آیت ہے جس کے متعلق اہل ہوا بلاوجہ الجھتے اور نزاع کا شکار ہوتے ہیں سورۃ المائدہ کی مشہور آیت ہے:۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ تعالےٰ کے شیخ گرامی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ ترجمہ فرماتے ہیں:۔

"بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی"۔

اور متصل اگلے ٹکڑے میں فرمایا:۔

"جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا، سلامتی کی راہیں، اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں

طلباء کی ڈائری

○

مرتب

قدرت اللہ عارف

○

جمعیۃ طلباء اسلام کے رہنماؤں کا تنظیمی دورہ

سرگودھا اور فیصل آباد ڈویژن میں

روح پرور نظارے

جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کے فیصلہ کے مطابق پنجاب تنظیمی کمیٹی کے ناظم نشریات مسٹر عبداللطیف عثمانی (اورنٹیل کالج) پنجاب یونیورسٹی لاہور نے علی محمد ناصر کے ہمراہ ۸ / دسمبر ۱۹۸۲ء سے ۱۴ / دسمبر تک سرگودھا اور فیصل آباد ڈویژنز کا دورہ کیا۔

اس دورہ کی ابتدا چنیوٹ سے ہوئی جہاں مقامی کارکنوں سے خطاب کے علاوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی کی خدمت میں بھی حاضری دی گئی چنیوٹ سے قافلہ سرگودھا پہنچا جہاں مولانا محمد صادق اور قاری عبدالبدیع

اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ ۔

حضرت العلاّم مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ اس آیت مبارکہ سے متعلق اپنے حواشی میں فرماتے ہیں :۔

"شاید "نور" سے خود نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (بطور نور ہدایت ـــ ناقل) اور "کتاب مبین" سے قرآن کریم مراد ہے ۔"

(حواشی مولانا عثمانی مطبوعہ مکتبہ نورانی لاہور ۱۳۷۸ھ)

ان دو عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت حضور اقدس علیہ السلام کا وجود مبارک ہے جن کی زبان سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کی کوئی حقیقت نہیں ۔ اس "صاحب جوامع الکلم" نے دوسری نعمت یعنی قرآن عزیز جو اسی کے قلب انور پر نازل ہوئی ، سے متعلق واضح طور پر ارشاد فرما دیا کہ :۔

"اللہ تعالےٰ نے قوموں کے عروج و زوال کا معاملہ قرآن سے متعلق کر دیا ہے ۔"

(عن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فی مسلم ۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۴)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے بقول ارشاد فرمایا کہ :۔

"لوہے کی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں ۔ اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سوال قدرتی امر تھا کہ دماجلاؤ ھا کہ پھر اس کی صفائی کیونکر ممکن ہو گی ؟ اس پر فرمایا ۔ کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۹)

اس "نعمت کبریٰ" یعنی قرآن کریم کے علوم عالیہ مہبط وحی صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم سے انہی نے سیکھے جن کے لئے اللہ تعالےٰ اس دربار دُربار کی حاضری مقدر فرما چکے تھے انہوں نے (اللہ کی ان پر سلامتی ہو) حجۃ الوداع میں کی گئی نصیحت کو پلّے باندھا اور اِدھر اُدھر پھیل کر اس روشنی کو بکھیرنا شروع کر دیا ۔ ان ہزاروں قدوسیوں سے لاکھوں نے سیکھا اور پھر چراغ سے چراغ جلتے رہے ۔ اور ایسا ہونا ضروری تھا تاکہ حق کی روشنی صبح قیامت تک باقی رہے اور کسی کو ماجاءنا من نذیر کہنے کا موقعہ نہ ملے ۔ یوں بھی دنیا کے سب سے بڑے سچے انسان نے اس طرف واضح اشارہ فرمایا تھا ۔

عن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم یقول لایزال من امتی اُمَّۃٌ قائمۃ بامراللہ لایضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتّٰی یاتی امراللہ وھم علیٰ ذالک ـــ

صاحب کی ملاقات و رہنمائی کے بعد کامرس کالج کے حافظ نثار احمد کو کنوینر نامزد کیا گیا اور ان کی معاونت کے لئے رانا محمد انیس، رانا محمود خاں، محمد جمیل اور مرزا محمد اقبال کو مقرر کیا گیا ۔

۹ر دسمبر صبح ۱۱ بجے جھاوریاں میں قاری عطاء الرحمٰن صاحب سے ملاقات اور تعاون کا وعدہ لے کر براستہ شاہ پور صدر خوشاب جانا ہوا اور مقامی کالج کے حافظ مطیع الرحمان کو نئے ضلع خوشاب کا کنوینر مقرر کیا گیا ۔

۱۰ر دسمبر کو جوہر آباد میں پرانے رفیق حافظ عبدالقدیر سے ملاقات اور تعاون کی درخواست کرکے میانوالی جانا ہوا جہاں حضرت مولانا محمد رمضان اور ان کے فرزند مولوی عبدالجلیل سے ملاقات کی گئی ـــ پھر مقامی طالب علم رہنماؤں محمد یعقوب ملک، محمد صادق شیرازی اور طارق لطیف سے ملاقاتیں کیں اور ۱۱ر دسمبر کو کلور کوٹ پہنچ گئے ۔ یہاں مولانا محمد زکریا مہتمم مدرسہ مدنیہ کے علاوہ پرانے جماعتی ساتھیوں سے بات چیت کی ۔

۱۲ر دسمبر کو بھکر میں ماجد عمر اور حامد عمر صاحبان سے ملاقات کی مقامی حلقہ کی میٹنگ کی صدارت عثمانی صاحب نے کی ۔

۱۳ر دسمبر کو براستہ جھنگ شور کوٹ جانا ہوا جہاں مقامی صدر شہزاد صاحب کی صدارت میں ہونے

(مشکوٰۃ ص ۵۸۳)

امّۃ قائمۃ بامراللہ کی تاریخ دعوت و عزیمت ہی ملت کا اصل سرمایہ ہے اور دنیا کے ہر گوشہ و خطہ میں مختلف اوقات میں اس جماعت حقہ کے اعیان و اکابر کی فہرست بڑی طویل ہے ۔ ان حضرات کی خوبی و کمال تھا تو بس اتنا کہ انہوں نے مقصد زندگی پا لیا تھا اور پھر زندگی کے محدود شب و روز کو اس کے حصول کے لئے داؤ پر لگا دیا تھا ۔ ان اعاظم رجال میں ایک نام امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کا ہے جن کے دم واپسین کی نقشہ کشی مرحوم کے عزیز اور تربیت یافتہ خادم مولانا عبیداللہ انور نے اس طرح کی :۔

حضرت سندھی کا انتقال دین پور (ضلع رحیم یار خان) میں ۲۲ر اگست (۱۹۴۴ء) بحالت صوم عین اذان عصر کے وقت ہوا ۔ میں اس وقت ان کے قریب وضو بنا رہا تھا کہ کان میں آواز آئی فوراً حاضر ہوا اس وقت کلمہ طیبہ کا ورد فرما رہے تھے اور میرے دیکھتے دیکھتے جان جانِ آفرین کے سپرد فرما دی ۔ اس سے کچھ ہی دیر پہلے خود میں نے انہیں وضو کرایا تھا اور پھر بعد میں غسل دینے کا شرف بھی اس عاجز حقیر کو حاصل ہوا جس میں دین پور شریف کے صاحبزادگان بھی شریک تھے ۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعًا کثیراً ۔

ڈاکٹر منیر احمد مغل کے مقالہ پی ، ایچ ، ڈی بہ سلسلہ تفسیر مولانا سندھی اور مولانا انور کا نوٹ ، ص ×viii (غیر مطبوعہ) ۷۲ سال کے اس تھکے ہارے مسافر کی یہ عزیمت کہ ماہ اگست جیسے تلخ ترین موسم میں "صوم" کا اہتمام کیا اور کلمہ مبارکہ کا ورد کرتے ہوئے اس وقت مالک حقیقی کے دربار میں حاضری ہوتی ہے جو صلوٰۃ وسطیٰ کا وقت ہے اور جس میں بفحوائے حدیث نبوی رات دن کے ملائکہ کا زمین پر ہجوم ہوتا ہے ۔ رب اکبر کی یہ عنایت و نوازش اپنے ایک بندے پر کیوں ؟

اس کیوں کا جواب بالکل واضح ہے کہ جس نے اپنی روح کو اس خالق کائنات کے کلام میں غرق کر دیا وہ روح اس عنایت کی مستحق تھی کہ کلام اتارنے والے کا وعدہ ہے وکان اللہ شاکراً علیما (النساء) اور اللہ تعالےٰ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ۔

وہ بندہ خدا "سکھ دھرم" کے ماننے والے ایک گھرانے کا فرد تھا ۔ فطرت سلیمہ نے سکول کی تعلیم کے دوران اس کو جھنجھوڑا اور وہ دنیا کی حقیقی سچائی کا پرستار بن کر اس راستہ پر چل نکلا اور ایسا کہ پھر ساری عمر اس سچائی

والے اجلاس سے ان رہنماؤں نے خطاب کیا ۔ علی محمد ناصر شورکوٹ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ گھر چلے گئے جب کہ عثمانی صاحب براستہ کمالیہ ٹوبہ گئے انہوں نے علی محمد پتی اور مقامی کنوینر گلزار احمد سے کمالیہ میں ملاقات کی ۔ اور ٹوبہ میں بعد نماز عشاء جامع مسجد کے اجلاس عام سے خطاب کیا ۔ یہاں مولانا محمد عمر لدھیانوی اور مولانا محمد اویس نے بھی شرکت کی ، اور مقامی صحافیوں نے بھی شرکت کی ۔

۱۴ر دسمبر کو مدرسہ ربانیہ کے مولانا محمد امین سے مل کر براستہ سمندری فیصل آباد آنا ہوا جہاں ضلعی کنوینر رانا حبیب الرحمٰن کے علاوہ جناب نوید اللہ اور حبیب اللہ صاحب سے بطور خاص ملاقات کی ۔

اس سفر میں کارکنوں کے حوصلے ہر جگہ بلند دیکھے گئے حضرت درخواستی اور مولانا انور کی حقیقی قیادت سے وابستگی کے روح پرور نظارے نظر آئے اور پنجاب قائدین خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ واپس لوٹے ۔ لاہور پہنچنے پر جناب عثمانی نے اپنے اس دورہ کو نہایت کامیاب قرار دیا اور ساتھیوں کے تعاون کا شکریہ ادا کیا ۔

کالج یونین کے انتخابات

تفصیلات سرورق میں ملاحظہ فرمائیے



کی تبلیغ کی۔ دس برس سے زائد کا وقت سرزمینِ حرم پر اس نے گذارا اور اس کی زندگی کے یہ وہ سال تھے جب شعور، تجربہ، علم ہر چیز پختہ سے پختہ تر ہوتی ہے وہ ساری عمر قرآن کا طالب علم تھا۔ اس عمر میں البلد الامین میں پہنچ کر اس نے اس شہر مقدس کے شیوخ سے استفادہ میں عار محسوس نہ کی ——— اطلبوا العلم من المهد الى اللحد کے نبوی ارشاد کی جی بھر کر تعمیل کی۔

مولانا فرماتے ہیں :۔

"مجھے اہل مکہ سے تین ہندوستانی اور ایک عرب خاندان نے خاص طور پر علمی امداد دی۔"

ذاتی ڈائری مطبوعہ لاہور ۴۶ء ص ۲۵ و مطبوعہ اسلام آباد ص ۱۴ بعنوان سرگزشت کابل (قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت)

اس سرزمین پاک پر مرحوم کی جو علمی دلچسپیاں تھیں ان کا ذکر خود ہی کرتے ہیں کہ :۔

"میں یقیناً ۱۲-۱۳ سال سے قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرتا رہا۔ تفسیر قرآن عظیم میں جس قدر مقامات میرے لئے مشکل تھے اس زمانہ میں انہیں امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر بالاطمینان حاصل کر سکا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے اپنے اصول پر قرآن عظیم میں اس زمانہ میں قابلِ عمل تعلیم کا ایک عملی نصاب نظر آیا اس میں اس تجلی ریز مقدس مقام کی تاثیر ضرور ماننا پڑتی ہے۔" (ذاتی ڈائری ص ۲۶-۲۵ سرگذشت کابل ص ۱۴)

اسی ضمن میں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے اس زمانہ میں امام دہلوی کی کتابیں مثلاً بدور بازغہ، خیر کثیر، تفہیماتِ الٰہیہ، سطعات، الطاف القدس، لمعات وغیرہ کا مطالعہ جاری رکھا۔ اور ان کے لئے بطور مفتاح امام دہلوی کے فرزند مولانا رفیع الدین کی تکمیل الاذہان، پوتے مولانا اسمٰعیل شہید کی عبقات اور آئندہ چل کر ان کے علوم کے وارث مولانا محمد قاسم نانوتوی کی قاسم العلوم، تقریر دلپذیر اور آب حیات زیر مطالعہ رکھیں ——— مزید فرماتے ہیں :۔

"مجھے لوگوں کے پڑھانے کا بھی موقعہ ملتا رہا۔ اور ساتھ ہی تدریس قرآن حکیم بھی جاری رہی اس سے میرے نظریات بہت وسیع ہو گئے۔" (للہ الحمد)

مولانا رحمہ اللہ تعالےٰ قرآن عزیز کے اتنے بڑے اسکالر تھے کہ آپ کے استاذ اکبر حضرت شیخ الھند قدس سرہٗ نے دنیائے قدیم و جدید کے فضلاء کو قرآن پڑھانے کے لئے آپ کو مامور کیا جس میں آپ کے فرزند نسبتی اور عزیز از جان

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں۔ (مدیر)

شوقِ حدیث

تالیف : حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

قیمت : /۱۲ روپے

ملنے کا پتہ : انجمن اسلامیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

قرآن کے بعد امت مسلمہ کے لئے دوسرا بڑا سرمایہ ارشاداتِ رسالت ہیں۔ جناب رسالت مآب علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی آپؐ نہ صرف اس کی تلاوت پر مامور تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تبیین و تشریح بھی آپ کا فرض تھا۔

حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جس طرح آپؐ سے قرآن سیکھا اسی طرح حدیث بھی سیکھی اور قرآن کی طرح حدیث کی تبلیغ کا فرض بھی انہوں نے ادا کیا۔

آج ہم خوش قسمت ہیں کہ احادیث نبوی کے مستند ترین مجموعے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہم استفادہ کر رہے ہیں لیکن یہ مجموعے کیسے مرتّب ہوئے؟ یہ ایک مستقل داستان شوق ہے۔ خدام حدیث کی زندگیاں اس میں کھپ گئیں۔ جوانیاں اور توانائیاں اس کی نذر ہو گئیں، اور

شاگرد مولانا احمد علی لاہوری بھی شریک تھے ——— پھر ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ عبداللہ یوسف علی جیسا شخص آپ سے قرآن کے مشکل مقامات کی تفسیر و تشریح معلوم کر رہا ہے۔ سرگذشت کابل ص ۶۷ پر ہے :۔

"کہ عبداللہ یوسف علی خان ۱۳۵۳ھ میں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آیا۔ یہ صاحب لوزان کانفرنس میں وزیر اعظم برطانیہ کے سیکرٹری تھے مکہ میں ان کا قیام احسان اللہ خان بہادر نائب کونسل جدّہ کے یہاں تھا اور مولانا سندھی کا مکان ان سے قریب تر۔ اس نے مولانا سے بعض آیات کا مطلب پوچھنا چاہا ——— ملاقات ہوئی تو اس نے ایک آیت کا مطلب دریافت کیا۔ مولانا نے فرمایا۔

"یار اس بات کو چھوڑو۔ پیچھے بیان کریں گے۔ پہلے یہ بتلاؤ کہ انگلستان کا وزیر اعظم کیوں اتنی عجلت کے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر لوزان کانفرنس میں پہنچا تھا؟

اس نے ہنس کر کہا "جناب یہ سب آپ ہی کی کارروائی تھی"۔

اس کے بعد مولانا نے آیت کے مطلب بیان کئے، تو وہ کہنے لگا :۔

"واقعی آپ بڑے عالم ہیں، ایسے لوگ دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں واہ وا، بڑے عالم ہیں بڑے عالم ہیں، وہ باربار مولانا کی قابلیت کا اعتراف کرتا رہا۔ پھر ایک دوبار حرم مکہ میں بھی بڑے احترام کے ساتھ مولانا سے ملاقات کی۔

عبداللہ یوسف علی خاں نے مسلمانوں کی ایک سلطنت آزاد کرانے کا کریڈٹ مولانا کو دیا ——— اس سے مراد افغانستان کی آزادی ہے۔ جس پر مولانا کے ایک عزیز شاگرد ظفر حسن ایبک نے اپنی آپ بیتی میں روشنی ڈالی ہے ——— (دیکھیں آپ بیتی حصہ اوّل مطبوعہ لاہور ۱۳۸۴ھ، باب ۱۷ و ما بعد)

انگریز وزیر اعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری کے بعد افغانستان کے جشن آزادی میں شریک انگریزی نمائندہ کی سنیں۔ اس نے اپنی تقریر میں کیا کہا؟

یہ آزادی افغانستان کی نہیں بلکہ مولوی عبید اللہ سندھی کی فتح ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ہندوستان کی فتح ہے۔ (سرگذشت کابل ص ۲۰۳)

امیر امان اللہ خاں مرحوم نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن (جن کے حکم و ارشاد پر مولانا سندھی کابل گئے اور سارا کام کیا) کے جلسہ تعزیت میں کہا۔

" کارے کہ مولانا محمود الحسن شیخ الہند شروع کردہ بود من اورا تمام می کنم۔ (سرگذشت کابل ص ۲۰۳)

انہوں نے بے پناہ مشقتیں جھیل کر اپنے آقا و مولا کے ارشادات کی حفاظت کی۔

محقق عصر مولانا محمد سرفراز خاں صاحب طویل عرصہ سے حدیث پڑھا رہے ہیں اور متعدد اہم ترین علمی کتابیں ان کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ تدریس و تصنیف میں انہیں بے پناہ مطالعہ کرنا پڑا۔ اس آبلہ پائی میں انہیں جو جواہر پارے ملے انہیں بڑی خوبصورتی سے مرتب کر دیا گیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرات محدثین نے اس سرمایہ علمی کی حفاظت کے لئے کیا کیا مصائب برداشت کئے؟

مولانا المحترم کے برسہا برس کے مطالعہ کا نچوڑ اور حاصل اس کتاب میں ملے گا ——— حاصل کریں اور بہت جلد ——— کتاب کے ظاہری محاسن بھی خوب سے خوب تر ہیں۔

قادیانی کیوں مسلمان نہیں

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی جیسے منجھے ہوئے صاحب تقریر و تحریر بزرگ کا یہ کتابچہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جسے عمران اکادمی ۴۴ بی اردو بازار لاہور نے بڑی خوبصورتی سے چھاپا ہے۔

قادیانیت دور حاضر کا وہ فتنہ ہے جس کے استیصال میں ہزاروں اہل علم اور لاکھوں عوام کی زندگیاں کام آئیں۔ یہ عظیم

لوازن کانفرنس جس کا مولانا سندھی نے عبداللہ یوسف علی سے سوال کیا تھا بڑے نازک موڑ پر ہوئی۔ برطانیہ کے حلیف بوجوہ ناراض تھے اس لئے عجلت پسندی سے کام لینا پڑا۔ ادھر مولانا کے شاگرد اور تربیت یافتہ جس طرح محاذوں پر نبرد آزما تھے اس سے ہندوستان کی آزادی کا راستہ کھل رہا تھا۔ اس راستہ کو بند کرنے کے لئے بھی عجلت کا مظاہرہ انگریز وزیر اعظم نے کیا۔ (تفصیلات آپ بیتی ظفر حسن اور کسی قدر سرگذشت کابل میں ملاحظہ فرمائیں)

مولانا سندھی نے جو قرآن کی جو خدمت کی اس سے متعلق علامہ موسیٰ جار اللہ لکھتے ہیں :۔

"امام سندھی نے اپنی ساری عمر قرآن کریم اور اس کے فلسفہ کے لئے وقف کر دی۔ وہ قرآن کریم کے فلسفہ کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق ہے، جانتے ہیں اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول پر جانتے ہیں۔"

(مقدمہ تفسیر الہام الرحمٰن، مطبوعہ حیدر آباد ص ۳۰۳)

اور علامہ نے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"مولانا سندھی امام، مجاہد اور مجتہد تھے۔" (مقدمہ التمہید از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مطبوعہ حیدر آباد ـــ ۱۹۷۶ء، ص ز)

مولانا سندھی قدس سرہ پر بعض حضرات نے آزاد خیالی کا الزام لگایا۔ اور الزام لگاتے ہوئے ذرہ برابر خوفِ خدا کا احساس نہ کیا ـــ اصل مسئلہ یہ تھا کہ مولانا سندھی جو فرماتے تھے وہ بہت دور کی بات ہوتی تھی۔ قدرت نے ان کو جو دیدہ بینا عطا فرمائی تھی اس کے پیشِ نظر مستقبل میں پیش آنے والے حوادث وہ معلوم کر لیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ مستقبل کے حوادث سے قوم کو محفوظ رکھنے کے لئے بات کہتے یار لوگ الٹا مطلب نکال کر اپنی سی لے اڑتے اس سلسلہ میں ایک ندوی فاضل مولانا مسعود عالم ندوی کا نام سب سے اہم ہے۔ جنہوں نے مولانا کے افکار عالیہ پر ستمبر ۴۴ء کے معارف میں ایک غضب آلود تنقیدی مقالہ شائع کرایا۔

گویا مولانا کے لاکھوں معتقدین ان کے حادثہ وفات کے سبب مضطرب و پریشان حال تھے (مولانا کا انتقال اگست ۴۴ء میں ہوا) تو مسعود صاحب نے نمک پاشی کا سامان فراہم کیا۔ یہی مسعود عالم صاحب تھے جو مودودی صاحب کے افکار مبارکہ کے عربی مترجم قرار پائے اور اپنی زندگی کے آخری ایام انتہائی کس مپرسی کے عالم میں گذار کر اس دنیا سے رخصت ہوئے جس مانی جماعت

فتنہ انگریزی سایہ میں پلا بڑھا اور تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں اس نے اپنا مرکز بنایا۔ یہاں کے ارباب اقتدار کی بے حمیتی نے اسے برگ و بار بخشے اور اس کی منہ زوریاں انتہا کو پہنچ گئیں۔

علماء نے علمی طور پر قادیانیت کو ساری دنیا میں بے نقاب کر دیا ہے اور اب ان کی خدمات رنگ لا رہی ہیں۔

مولانا نعمانی کا یہ کتابچہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ ۵۰/۸ روپے میں یہ دستیاب ہے۔ اس کا پھیلانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ایجاز و اختصار اس رسالہ کی خوبی ہے۔

کی تحریرات کو عربی میں منتقل کر کر کے دنیائے عرب میں انہیں متعارف کرایا۔ انہوں نے اور ان کی جماعت نے غایت درجہ بے رحمی کا مظاہرہ کیا ـــ فیا حسرتا۔

مسعود صاحب کی اس تنقید کا جواب مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے "برہان" دہلی میں لکھا جس کے وہ ایڈیٹر تھے جس کو بعد میں کتابی شکل میں سندھ ساگر اکیڈمی لاہور نے ۱۹۴۲ء میں چھاپا اور دیانت داری یہ کی کہ مسعود صاحب کا تنقیدی مقالہ بھی ساتھ شامل کر دیا۔ تاکہ ناظرین دونوں رُخ دیکھ کر مسعود صاحب کی تحریر کا وزن محسوس کر سکیں۔ اس جوابی مقالہ کے دیباچہ میں سرور صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم جن کی شخصیت اور افکار زیر نظر کتاب کا موضوع ہیں، سب جانتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے (دیوبند کے علاوہ) مولانا گنگوہی سے (بھی) انہوں نے حدیث پڑھی تھی اور شیخ الہند کے عزیز ترین شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مرحوم نے دیوبندی طریقہ پر تعلیم پائی اور اسی طریقہ پر ساری عمر طلبہ کو پڑھاتے رہے اور آخر تک دیوبند کی روح اور دیوبندی زندگی کے جو ضروری اعمال و آداب ہیں ان کو مرحوم نے برابر ایمان اور مسلک سمجھا۔"

(مولانا سندھی اور ان کے ناقد ص ۱۴)

مسعود صاحب سے زیادہ افسوس ان کے استاذ محترم علامہ سید سلیمان ندوی پر ہے جو کسی زمانہ میں امام الہند مولانا ابوالکلام کے الہلال میں ان کے دستِ و بازو تھے اور پھر وہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس کلکتہ میں خطبہ صدارت ارشاد فرماتے نظر آتے ہیں لیکن خدا معلوم کیا حادثہ پیش آیا کہ ان کی کایا کلپ ہو گئی اور وہ قافلہ حریت سے الگ ہو کر عافیت کوش طبقہ میں شریک ہو گئے۔ اس تبدیلی کے بعد انہوں نے بھی مولانا سندھی پر تنقید کے تیر برسائے (بحوالہ افادات ص ۲۶۵ (مقدمہ مقالہ مسعود عالم صاحب) خیر یہ ان کا حق تھا افسوس یہ ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں اکابر دیوبند بالخصوص حضرت علامہ سید انور شاہ قدس سرہ کا سہارا لینا چاہا ـــ حالانکہ سید صاحب اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ گو ایک وقت میں حضرت شاہ صاحب اور مولانا کا اختلاف ہوا اور اس نے بدمزگی کی صورت اختیار کر لی لیکن شاہ صاحب قدس سرہ جیسے عظیم المرتبت اور بلند ظرف انسان کو جونہی احساس ہوا کہ ہم سے چوک ہوئی

فضلاء ندوہ
توجہ فرمائیں

برعظیم کی قابل فخر درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی جمعیۃ الاصلاح امسال ایک عظیم الشان علمی نمائش کا اہتمام کر رہی ہے جس میں فضلاء ندوہ کی علمی و تصنیفی خدمات کے مفصل تعارف کے ساتھ ساتھ جمعیۃ کی لائبریری کی تنظیم نو اور اس میں فضلاء ندوہ کا مستقل شعبہ قائم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں اپنا

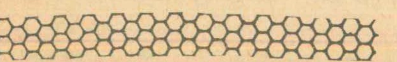
۱۔ مکمل نام و پتہ ـــــــ
۲۔ مقام تاریخ و پیدائش ـــــــ
۳۔ ندوہ میں مدت تعلیم و سن فراغت
۴۔ جمعیۃ الاصلاح سے تعلق کی نوعیت
۵۔ علمی کارناموں کا مختصر تعارف ـــ
۶۔ اور موجودہ مشاغل و مصروفیات۔

کے ساتھ ساتھ اپنی تصنیفات و تالیفات کا ایک ایک نسخہ بھی ارسال فرمائیں

اسحاق حسنی ندوی،
ناظم جمعیۃ الاصلاح لکھنؤ

پاکستان میں خط و کتابت
مولانا فضل ربی ندوی
ناظم مجلس نشریات اسلام ۱۔کے۔۳۔
ناظم آباد ۵۔ کراچی ۱۸

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔



تو مکہ مکرمہ مولانا کو لکھ کر ان سے اپنا معاملہ صاف کیا۔ یہ تفصیلات ذاتی ڈائری صـــ، سرگذشت کابل صـــ۱۱، افادات و ملفوظات صـــ۲۶۱ اور حضرت شیخ الاسلام کی نقشِ حیات صـــ۱۴۴ جلد دوم پر موجود ہیں ـــــ مولانا مدنی کے حوالہ سے آخری چند سطریں ملاحظہ فرمائیں :۔

"حضرت مولانا انور شاہ صاحب مرحوم نے مولانا سندھی کے نام مکہ معظمہ کے قیام کے زمانے میں پیغام بھیجا تھا کہ قیام دیوبند کے زمانہ میں غلط فہمی کی وجہ سے میں آپ کے لئے تکلیف کا باعث بنا تھا۔ اب میرے دل میں آپ سے کوئی رنج نہیں ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی معاف فرمائیں گے۔"

اور پھر مولانا جب طویل جلاوطنی کے بعد ۱۹۳۹ء میں واپس تشریف لائے تو ذاتی ڈائری صـــ۳۲ اور سرگذشت کابل صـــ۱۷ کے مطابق جن شہروں میں ان کا زبردست خیر مقدم ہوا ان میں دیوبند بھی تھا۔ دیوبند کے مہتمم، اساتذہ، طلبہ سب ہی اپنے اس بزرگ کو لینے گئے، عقیدت و احترام سے ٹھہرایا۔ علمی محافل قائم ہوئیں۔ حتیٰ کہ احقر نے براہ راست مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم سے سنا کہ مولانا نے اس مرحلہ میں ہمیں (یعنی اساتذہ کو) حجۃ اللہ پڑھائی۔

بہرحال سیّد صاحب جیسے بزرگ کے لئے تنقید کا حق تسلیم کرنے کے باوصف ایسا مناسب نہ تھا (اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں سے درگذر فرمائے) مسعود عالم صاحب نے اتنی خوفناک تنقید کے باوصف یہ اعتراف بہرحال کیا کہ :۔

"حضرت شاہ صاحب ـــــ (امام ولی اللہ دہلویؒ) ـــــ کی حکمت کے اصل وارث اور ان کی راہ پر ٹھیک ٹھیک چلنے والے مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے شیوخ (اساتذہ) ہیں ہمیں ان شیوخ کے علم و فضل، تقویٰ و صلاح اور خدمات کا پورا پورا اعتراف ہے۔ (تنقید مولانا ندوی صـــ۶۴ بحوالہ افادات صـــ۳۱۲)

مولانا مسعود عالم ایک طرف نہ صرف مولانا سندھی کے شیوخ و اساتذہ بلکہ خود انہیں بھی شاہ صاحب کی حکمت کا اصل وارث اور ان کی راہ پر ٹھیک ٹھیک چلنے والا فرماتے ہیں دوسری طرف ان کے معتقدات تک کو نقد و نظر کی ترازو میں تول کر انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں ـــــ ہمارے خیال میں شاہ صاحب جس ظالمانہ اقتصادی نظام کے خلاف قوم کا ذہن بنا گئے تھے مولانا سندھی اس کے شدومد سے مداح تھے اور عملاً کوشاں۔ مسعود صاحب

طِبّی مشورے

بے خوابی، کانوں کی خارش، زکام

س : میری عمر ۵۴ سال ہے نیند بہت کم آتی ہے۔ روغن بادام اور کدو کی مالش کی ہے لیکن فائدہ نہیں ہوا۔

(ب) میری اہلیہ کے کان میں خارش ہوتی ہے۔ سر میں بھی خارش ہوتی اور بال بہت گرتے ہیں۔

ج : میرے لڑکے بعمر دس سال کی ناک بہت بہتی ہے۔ بلغم بہت زیادہ آتی ہے۔

براہِ کرم آسان اور مفید نسخہ جات تحریر فرمائیں۔

قاری عبداللطیف دہلی گیٹ ملتان شہر

ج : (ا) بادام اور کدو کے روغن میں روغن خشخاش بھی ملا کر مالش کریں۔ رات سونے سے پہلے پاشویہ کریں اس پر بھی نیند نہ آئے تو ہماری دوائی سکونی استعمال کریں۔

ب : کان کی خارش کے لئے سرکہ انگوری میں افسنتین پکا کر چھان لیں اور روغن بادام تلخ ملا کر دو چار

اپنے جماعتی ذوق کے مطابق کمیونزم کے ہوا کا شور مچا کر امپریلیزم کے لئے راہ ہموار کرنا ضروری سمجھتے تھے اور شاہ صاحب پر براہ راست حملہ مشکل تھا۔ تو نزلہ برعضو ضعیف سندھی مرحوم پر گرا (واللہ تعالیٰ اعلم) ـــــ حالانکہ مولانا تو اول آخر اپنے اساتذہ و شیوخ کے افکار پر عمل پیرا تھے۔ خاص طور پر شاہ ولی اللہ کے معاملہ میں ان کے احساسات جو تھے وہ بالکل الم نشرح ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

"شاہ ولی اللہ کے فکر میں آفاقی وسعت ہے، عالمگیر انسانیت ہے ازل سے لے کر اب تک کے تمام فکری، ذہنی اور فلسفیانہ نظاموں کو ایک رشتے میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر اس وسعت اور بے کنار ہونے کے باوجود ولی اللّٰہی فکر میں ترتیب ہے، نظم و باقاعدگی ہے۔ گویا کہ یہ ریاضی یا حساب کا کوئی مسئلہ ہے۔" (افادات و ملفوظات صـــ۲۱۷ نومبر ۱۹۷۲ء مطبوعہ لاہور)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

"مجھے کسی دوسرے حکیم کا قرار دادہ مضمون سلسلہ کلام الٰہی سے استنباط کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، میں معانی (قرآن) کو شاہ صاحب کی حکمت سے باہر جانے نہیں دیتا۔ عام مفسرین سے جہاں کہیں اختلاف کروں گا وہ شاہ صاحب کے اصول کے تحت ہوگا۔ بعض ایسے مواقع ملیں گے کہ میری سند مولانا شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید اور مولانا محمد قاسم کے کلام میں ملے گی۔ شاذ و نادر باتیں ایسی ہوں گی جو خود میرے فکر کا نتیجہ ہیں۔ میں ایسے موقع پر صراحۃً بتا دیا کرتا ہوں کہ یہ میری سوچی ہوئی بات ہے۔ اس کا رد و قبول ہر وقت سامع کے اختیار میں ہے مگر جن چیزوں میں ائمہ و اساتذہ کی سند موجود ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اہل علم تناسبِ آیات میں توجہ کریں اور ان کی تقلید سے اِبا (انکار) نہ کریں۔" (الفرقان لکھنو (سابقہ بریلی) کا شاہ ولی اللہؒ نمبر صـــ۲۷۷ مقالہ مولانا سندھی مطبوعہ سنہ ۱۳۶۰ھ)

اپنے شیخ اکبر جن سے براہ راست استفادہ کیا یعنی شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ ان کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"وہ دن ہے اور آج کا دن حضرت شیخ الہند سے میری یہ وارفتگی قائم ہے میں نے جو کچھ پایا اُن سے پایا، ان کی ذات سے پایا۔

قطرے صبح و شام کان میں ڈراپر کے ذریعہ ٹپکایا کریں ـــــ سر میں خارش کے نسخہ جات بار بار خدام الدین میں شائع ہو چکے ہیں انہیں استعمال کریں۔

ج : ہماری دوائی دماغی اور احمریں استعمال کرائیں ان شاء اللہ صحت ہو گی۔

دمہ

س : میری والدہ کو دمہ ہے ہر قسم کا کشتہ مخالف پڑتا ہے گرم اشیاء نقصان دیتی ہیں۔ والدہ بے حد کمزور ہیں، کوئی نسخہ تجویز کریں۔

(محمد امین، یونائیٹڈ شوگر ملز، صادق آباد)

ج : آپ نے مریضہ کی عمر، مرض کی مدّت اور دوسری کیفیات نہیں لکھیں۔ براہ کرم مفصل حالات لکھیں۔ جو مختصر کیفیت آپ نے لکھی ہے اس کے مطابق آپ کی والدہ کو یہ مرض پھیپھڑے کی سادہ گرمی سے ہے اس کے لئے مختصر علاج پیش خدمت ہے شربت زوفا صبح و شام اور سوتے وقت ۲ تولہ گرم پانی میں ملا کر پلایا کریں۔ سینے پر بکری کے گردے کی چربی کی مالش کیا کریں۔ بکری کا دودھ پلایا کریں۔ مفصل حالات لکھیں تو مفصل علاج تجویز کیا جا سکے گا۔

شہد اور شوگر

انہوں نے ہی مولانا محمد قاسم کی راہ دکھائی۔ ان کی بدولت حضرت شاہ ولی اللہ سے عقیدت نصیب ہوئی۔ الغرض جو کچھ ہیں ہوں سب انہی کی ذات کا فیض ہے۔" (افادات وملفوظات ص۳۸۵)

سرور صاحب مرتب ملفوظات، ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ :-

راقم الحروف کو اکثر کہا کرتے بلکہ تنبیہ کے طور پر نصیحت کیا کرتے تھے کہ مولانا (سندھی) کو دیکھو اتنے انقلابی اور اس قدر باغی لیکن اپنے بزرگوں کے اتنے عقیدت مند۔ (ص۳۸۵)

جاننے والے جانتے ہیں کہ مولانا نے کابل سے نکلنے کے بعد روس، اٹلی وغیرہ کی سیاحت کی ___ روس اس وقت کمیونزم کے انقلاب کا شکار ہو چکا تھا۔ مولانا نے اس صورت حال کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور سخت ترین حالات سے انہیں گذرنا پڑا۔ لیکن قرآن عزیز پر ان کا لازوال ایمان اور ان کی اسلامیت ذرا متاثر نہ ہوئی کیوں؟ اس کا جواب مولانا کی زبان سے سنیں۔

"میں نے یورپ کا سفر سخت انقلابی حالات میں کیا ہے اور بحمد اللہ شاہ ولی اللہ کے طریقہ پہ قرآن دانی اور موطا مالک کی فقہ کو مانتا ہوا سالم نکل آیا ہوں۔ یہ میں شاہ صاحب کی تجدید کی بہت بڑی برکت مانتا ہوں، کاش اہل علم ادھر توجہ دیں اور نوجوان مسلمانوں کی مرکزی طاقت (یعنی عربی مدارس اور کالج کے طلبہ) سے ہونہار افراد کو جمع کر کے ایک شیرازے میں باندھ دیں"۔ (الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص۳۰۲)

مولانا سندھی شاہ ولی اللہ کے معاملہ میں ان خیالات کے بلا وجہ حامل نہ تھے ___ واقعی شاہ صاحب ایسے گوہر نایاب تھے۔ جن کی چمک سے ایک دنیا مستفید ہوتی اور ہو رہی ہے۔ حجۃ الاسلام الحکیم الامام محمد قاسم نانوتوی فرماتے تھے کہ :-

(شاہ صاحب) ان افراد امت میں سے ہیں کہ سرزمین ہند میں اگر صرف شاہ ولی اللہ ہی پیدا ہوتے تو ہندوستان کے لئے یہ فخر کافی تھا"۔ (الفرقان ص۳۸۲)

اور اس ضمن میں ایک اور بات علامہ موسیٰ جار اللہ کے حوالہ سے سنتے جائیں جن پر مولانا کی طرح کمیونزم کے پرچارک ہونے کا بہتان عظیم ہے۔ مولانا سندھی کے افادات پر مبنی ان کی کتاب "کتاب فی حروف اوائل السور" کا باب ۵۴ ___ لا اشتراکیۃ فی الاسلام کے عنوان سے معنون ہے اس کو پڑھ لیں۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ سندھی مرحوم کتنے پختہ کار مسلمان تھے

س: آپ نے شوگر کے مرض میں شکر کے بجائے شہد استعمال کرنے کی اجازت دی ہے وہم گذرتا ہے کہ یہ بھی تو آخر از قسم شوگر ہے۔ اس کا استعمال نقصان دہ تو نہ ہوگا۔

(مولانا محمد اکرم قادری الاشعری ضلع بہاولنگر)

ج۔ آپ اس خاکسار سے بہتر جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان شہد ہی کے بارے میں ہے فیہ شفاء للناس۔

اس فرمانِ الٰہی پر یقین ہے تو اس پر عمل کر کے شفا پائیے ___ ورنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ع

علاجِ وہم تو لقمان کے بھی پاس نہیں

حکیم آزاد شیرازی

جمعرات کے سوا روزانہ ۱۲ بجے دوپہر تا چار بجے سہ پہر نواں محلہ اندرون شیرانوالہ گیٹ میں مل سکتے ہیں۔

ضروری اعلان

میاں محمد اجمل قادری ۲۲ر جنوری بروز ہفتہ جامع مسجد اندرونی محلہ ہنجرانواں والا شیخوپورہ میں بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد کرائیں گے۔

(انتظامیہ)

اور مولانا کو قرآن، حدیث اور شاہ ولی اللہ کے فلسفہ سے ایک قسم کا عشق تھا

کویت میں پہلی مجلسِ ذکر

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے!

تحریر و ترتیب سلیم انور شیرازی کویت

محترم حضرت مولانا احمد علی سراج کا ایمان افروز خطاب

کویت (بذریعہ ڈاک) انور ایسوسی ایشن پاکستان کے زیر اہتمام شہدائے کربلا کی یاد میں ایک تقریب ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء منعقد ہوئی۔ تقریب کی صدارت جناب محمد طاہر نے فرمائی جبکہ مہمان خصوصی محترم حاجی عبد الصمد صاحب اور داعی جناب عبد الحکیم صاحب تھے۔ یہ تقریب جناب حاجی عبد الصمد اور جناب عبد الحکیم صاحب کی سرپرستی اور تعاون سے انہی حضرات کی قیام گاہ پر منعقد ہوئی۔

سب سے پہلے جانشینِ شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ محترم حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کے مریدِ خاص اور محبِ گرامی محترم حاجی باقر علی ظفر صاحب نے اس مجلسِ ذکر کا طریقہ حاضرین مجلس کو بتایا۔ جس میں جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور میں سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ سے منسلک حضرات حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے حاضری دیتے چلے آرہے ہیں۔ اور جو اب ہر جمعرات کی شام حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کی زیر نگرانی منعقد ہوتی ہے۔

اس کے بعد روشنی گل کر دی گئی اور ذکرِ جہر شروع کیا گیا۔ ذکرِ "لا الٰہ الا اللہ" کے اختتام پر پاکستان کے مقتدر عالمِ دین حضرت مولانا سراج الدین مہتمم دار العلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے فرزندِ گرامی حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے کلمۂ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے موضوع پر ایک مدلل اور جامع تقریر ارشاد فرمائی۔ جسے حاضرینِ مجلس نے کامل سکوت اور گہرے انہماک و توجہ سے سنا۔

مقصدِ تخلیقِ کائنات

حضرت مولانا احمد علی مدظلہٗ نے درود شریف سے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا۔ اور تعوذ و تسمیہ کے بعد الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہہ کر حاضرین سے یوں خطاب کیا۔ عزیزو، دوستو، ساتھیو اور بزرگو! یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہے کہ آج اُس نے ہم سب ساتھیوں کو اپنے ذِکر کی خاطر یہاں اکٹھا کر دیا ہے۔ اللہ کا نام نہایت بلند و بالا ہے۔ یہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے۔ تمام انبیائے کرام مخلوقِ خدا کو اسی کلمہ کی دعوت و تبلیغ کرنے آئے تھے۔ یہ کائنات محض لا الٰہ کے سبب معرضِ وجود میں آئی۔ انبیائے کرام لا الٰہ کی دعوت دیتے رہے اور انبیائے کرام کی دعوت کا جو مقصد ہے وہی مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے۔ آج ہم نے جو کلمہ لا الٰہ مجلسِ ذکر میں پڑھا ہے اور جس کا وِرد آہستگی کے ساتھ کیا ہے اس غرض سے کیا ہے کہ اس کلمہ کی حقیقت ہمارے دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے۔ آج ہم نے یہ کلمہ کسی مشکل اور کسی تکلیف کے بغیر نہایت آسانی سے پڑھا ہے۔

لیکن اس کلمہ کو پڑھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کو کتنی تکلیفوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔ کسی کو رات بھر کوڑے لگائے گئے۔ اور اُس کا جسم زخموں سے چُور کر دیا گیا۔ کسی کو دن بھر تپتی ہوئی ریت پر برہنہ جسم لٹا کر سینے پر پتھر باندھ کر گھسیٹا گیا کہ کلمہ چھوڑ دو۔ لیکن اُس کے منہ سے احدٌ احدٌ کی صدائے حق کے سوا کوئی آہ نہ نکلتی تھی۔ حضرت بلالؓ حبشی تھے۔ اُن کا رنگ کالا تھا، ان کی قومیت حبشی تھی، وہ غلام تھے۔ لیکن کلمۂ لا الٰہ نے ان کو وہ بلند مقام دیا کہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہیں سیدنا بلال کہہ کر بلاتے تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج جب جنّت کی سیر کرائی گئی۔ تو حضور صلعم نے جنّت میں قدموں کی آہٹ سُنی۔ آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کس کے قدموں کی آہٹ ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ حضرت بلالؓ کے چلنے کی آواز ہے۔ حضرت بلالؓ حضورؐ کے مؤذن بنے، امین رہے۔ اور انہیں یہ مقام اس لئے ملا کہ انہوں نے کلمۂ لا الٰہ پڑھا اور اس کی حقیقت کو دل میں پیوست کر لیا۔ اور کسی حالت میں یہ کلمہ نہ چھوڑا۔

کلمہ کی مشکلات

آج ہم نے یہ کلمہ کسی تکلیف کے بغیر

بہت آسانی کے ساتھ پڑھا ہے اور آج کروڑوں مسلمان روئے زمین پر نہایت آسانی کے ساتھ یہ کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ لیکن ان اصحابِ رسول سے پوچھیں جنہوں میں ابتداء میں یہ کلمہ پڑھا تو انہیں کتنی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کا دورِ خلافت تھا۔ اور ۳۵ لاکھ مربع میل پر اُن کی حکومت تھی۔ مال و دولت کے انبار لگ گئے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ رہا تھا۔ اور حضرت خبابؓ مال و دولت کی اس فراوانی کو دیکھ کر رو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جواب دیا میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ہم نے کلمۂ لاالٰہ بلند کرنے کے لئے جو قربانیاں دی تھیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا صلہ مال و دولت کی صورت میں تو نہیں دے رہا۔ حضرت خبابؓ نے عمر فاروقؓ کو اپنی قمیص اُٹھا کر دکھائی۔ حضرت عمرؓ نے اُن کی پشت مبارک کو دیکھا کہ ان کی پسلیاں، جسم کا گوشت، چمڑا، چربی اُن انگاروں کے سبب پگھل چکے ہیں۔ جن انگاروں سے انہیں کفارِ مکہ نے کلمۂ لاالٰہ پڑھنے کی سزا دی تھی۔ حضرت خبابؓ کے جسم پر اتنے سوراخ تھے کہ حضرت عمرؓ نے خدا کی قسم کھا کر بتایا کہ میرا انگوٹھا ان سوراخوں میں داخل ہو سکتا تھا۔ حضرت خبابؓ نے پوچھنے پر بتایا کہ جب میں کلمہ پڑھتا تھا تو کافر مجھے ان انگاروں پر لٹا کر میرے سینے پر پتھر رکھتے تھے اور مجھے ریت پر گھسیٹتے تھے۔

حضور (صلعم) کی شخصیت اور پیغام

حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے عرب نوجوانوں کے محبوب تھے۔ نوجوان آپ کو دیکھنا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ بچے جوان بوڑھے آپ سے محبت اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ کے پاس امانتیں رکھتے تھے۔ آپؐ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ غرض آپؐ کے اردگرد بڑی آسائشوں کے انبار تھے لیکن جب حضورؐ نے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے میری قوم کے لوگو آؤ۔ لوگ جمع ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کی فوج ہے تو مانو گے۔ ساری قوم نے کہا کہ ضرور مانیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے آپؐ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ آپ صادق القول ہیں۔ اگرچہ لوگ دیکھ رہے تھے کہ پہاڑی کے پیچھے کوئی دشمن کی فوج نہیں لیکن چونکہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ بات کہیں گے تو ہم ضرور مانیں گے۔ لیکن جب آپ نے فرمایا کہو لاالٰہ الا اللہ ــــ تو یہ نہیں فرمایا کہ اے قریش، اے بنو ہاشم، اے عربو! اے میری قوم کے لوگو! بلکہ فرمایا یا ایہا الناس، اے لوگو! اے ساری دنیا جہان کے لوگو! اے سرخ، سیاہ، سفید، عربی، عجمی ساری کائنات کے لوگو! کہو لاالٰہ الا اللہ ــــ کوئی مشکل کشا نہیں، وہی خالق ہے، وہی معبود حقیقی ہے۔ سب باطل معبودوں کی پرستش چھوڑ دو تو فلاح پاؤ گے ــــ!

آپؐ سے کلمۂ توحید سُن کر وہی لوگ جو ابھی ابھی آپ کو صادق اور امین کہہ رہے تھے اور آپ کی صداقت کی گواہی دے رہے تھے۔ کہنے لگے کیا تم نے ہمیں یہاں جمع ہونے کی زحمت اس لئے دی تھی۔ کیا وہ لوگ آپ کی ذات اور شخصیت کے مخالف تھے یا آپ کے پیغامِ حق کے؟ اگر شخصیت کے مخالف ہوتے تو آپ کے کہنے پر جمع ہی نہ ہوتے، شخصیت کو تو وہ صادق اور امین تسلیم کر رہے تھے۔ لیکن جب انہیں آپ نے اللہ کو ماننے کی دعوت دی، خدا کی توحید کا پیغام دیا تو وہی لوگ جو آپ کو صادق اور امین کہہ رہے تھے۔ (نعوذ باللہ) کذاب کہنے لگے ــ اس کلمۂ توحید کے لئے حضورؐ کو کتنی قربانیاں دینی پڑیں۔ جو بوڑھی عورتیں آپ کا استقبال کیا کرتی تھیں۔ اب آپ پر گندگی پھینکنے لگیں۔ وہ جوان جو آپ سے محبت کرتے تھے اب آپ کے راستے میں کانٹے بچھانے لگے تاکہ آپ کے پاؤں زخمی ہوں۔ تین سال تک شعب بنی ہاشم میں محصور رکھا۔ جہاں کھانے پینے کو کوئی غذا موجود نہ تھی۔ پتّے اور سوکھے ہوئے چمڑے کو پانی میں بھگو کر کھایا۔ طائف میں پتھر کھائے اور دعائیں دیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ بدر اور احد کے میدان میں غزوۂ خندق میں غرض یہ کلمۂ توحید بڑی قربانیوں کے بعد ہم تک پہنچا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ ہمیں کسی قربانی کے بغیر یہ کلمہ مفت میں مل گیا ہے۔ ورنہ اسلام کی تاریخ ہمارے اسلاف کے خون سے رنگین ہے۔

؎ غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی عثمانؓ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

دس محرم کو حضرت حسین علیہ السلام نے اپنے اہلبیت سمیت کربلا کے میدان میں جانیں قربان کر دیں۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل

دوستو اور بزرگو! اس ذکر سے یہ مقصد ہے کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں کہ ان بزرگوں کی جمیل قربانیوں کے نتیجہ میں ہم آج کسی مشکل کے بغیر یہ کلمہ بلاتکلف پڑھ سکتے ہیں۔ یا پھر ہم کلمہ کی حقیقت کو نہیں پہچانتے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آج کا مسلمان کلمہ کو نہیں سمجھتا، جتنا اُس دور کے کافر سمجھتے تھے۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے کہا میں مانتا ہوں کہ حضورؐ کی تعلیم بالکل صحیح ہے۔ لیکن اگر ہم نے اسے مان لیا تو ہم غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دئے جائیں گے اور من مانی زندگی نہیں گذار سکیں گے ــــــ

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر دُنیا میں من مانی زندگی بسر کرو گے تو آخرت میں رب چاہی زندگی ملے گی۔ اگر دنیا میں رب چاہی زندگی بسر کرو گے تو آخرت میں من مانی ابدی زندگی ملے گی۔

قیامت کے دن جن لوگوں کو اُن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے۔ وہ مسکرائیں گے خوش ہوں گے۔ اور خوشی سے اپنا اعمالنامہ لوگوں کو دکھائیں گے۔ لوگو! موت کے بعد ایسے کٹھن دن آنے والے ہیں۔ کلّ نفسٍ ذائقة الموت، ہر انسان کو موت کا مزا چکھنا ہی پڑے گا۔ انبیائے کرام بھی اسی قانونِ فطرت کے مطابق اس دنیاوی زندگی سے پردہ کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبرِ اطہر میں زندہ حیات ہیں۔ زائرین کے درود وسلام کو سُنتے ہیں۔ لیکن اس دنیا کا پردہ تبدیل کرنا ان کے لئے بھی ضروری تھا۔ یہ چند روزہ زندگی ہے۔ موت بڑے چھوٹے بوڑھے جوان بچے کو نہیں دیکھتی اپنے وقت پر سب کو جاتی ہے۔ لوہے کے محل کے اندر بھی آدمی بند ہو جائے تو موت سے نہیں بچ سکتا۔ ملک الموت اپنے وقت پر روح قبض کرنے ضرور آئے گا۔ لہٰذا ہر وقت اللہ کی طرف رجوع رکھیں اور کلمہ وردِ زبان ہی نہیں دل کی حقیقت میں بھی کلمے کو پہچاننا ضروری ہے۔ اور ــ

زباں سے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

لاالٰہ کی ضرب لگا کر دل میں کلمہ اتارنا مقصود ہے۔ دل میں تصوّر لائیے کہ وہی ربّ کائنات ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔ عزت اور ذلّت وہی بخشتا ہے۔ اس یقین کو دل میں پیدا کرنا ہے یہی مجلسِ ذکر کا مقصد ہے۔ الدنیا مزرعة الآخرة، دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

خواب اور حقیقت

انسانی زندگی کی مثال خواب جیسی ہے۔ سو سال کی زندگی بھی خواب ہے۔ جس طرح خواب میں کبھی راحت کبھی تکلیف مختلف حالتیں دیکھتا ہے۔ اور یہ تصور نہیں ہوتا کہ یہ خواب ہے۔ لیکن جب آنکھ کُھلتی ہے تو کہتا ہے کہ وہ خواب تھا۔ اسی طرح دنیا کی زندگی بھی خواب ہے۔ ساٹھ سال لمبا ہو اسّی سال ہو یا سو سال لمبا خواب ہی ہے۔ دنیاوی نیند کا خواب آنکھ کُھلنے سے ختم ہوتا ہے۔ اور زندگی کا خواب آنکھ بند ہونے سے ختم ہوتا ہے۔ دوستو اور بزرگو! جو شخص دنیاوی زندگی میں اچھے کام کرے گا قبر میں فرشتہ اُسے اچھی حالت میں ملے گا۔ اور وہ شکر کرے گا کہ دُنیا کی زندگی سے بچ کر نکل آیا۔ برے کام کرنے والے کو فرشتہ خوفناک صورت میں ملے گا۔ وہ آدمی افسوس کرے گا کہ کاش اللہ کا نیک بندہ بن کر زندگی بسر کرتا تو آخرت اچھی ہوتی۔ لیکن اب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔

ایمان بالغیب

قرآنِ حکیم میں ہے ــ قیامت کے روز بعض لوگ کہیں گے۔ اے اللہ! ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے۔ ہم اب نیک کام کریں گے۔ خُدا فرمائے گا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب تو تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم اب موت، محشر، منکر نکیر دیکھ چکے ہو۔ اب دنیا میں واپسی ممکن نہیں۔ تم یومنون بالغیب میں شامل نہیں ہوئے۔

ایمان بالغیب تو شرط ہے۔ ہم بن دیکھے خدا پر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے حضورؐ کو نہیں دیکھا، جبریل کو نہیں دیکھا۔ جبریل کے ذریعہ حضورؐ پر قرآن نازل ہوتے نہیں دیکھا، قیامت نہیں دیکھی، لیکن ہمیں ان سب پر ایمان بالغیب ہے۔

قیامت کا دن

ہمارا ایمان ہے کہ یوم محشر کو تمام دنیا چٹیل میدان ہوگی۔ سورج چاند کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ پہاڑ سمندر ختم ہو جائیں گے۔ ساری انسانیت کھڑی ہوگی۔ زمین اولادِ آدم کے قدم کو پکڑے گی۔ اور اس روز ہر انسان سے پانچ سوال ہوں گے۔ پہلا سوال ہوگا کہ تم نے اپنی عُمر کہاں خرچ کی؟ جنّت اور دوزخ کا مشاہدہ ہوگا۔ خدا کا حکم ہوگا کہ آج میری مخلوق کے سامنے جہنم کو لا کر کھڑا کر دو ــــ ایک حدیث میں جہنم کی ہیئت یُوں بیان کی گئی

ہے کہ یہ ایک بڑا جانور ہے۔ اس میں اتنے اونچے پہاڑ اور وسیع وادیاں ہوں گی جن کا اندازہ ممکن نہیں۔ حضورؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک دھماکے کی آواز آئی۔ صحابہ نے پوچھا حضورؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ اتنے میں جبریلؑ آئے اور انہوں نے کہا حضورؐ اپنی امت سے کہہ دیں کہ یہ آواز اس پتھر کی ہے جو دس ہزار سال پہلے جہنّم کے پہاڑ کی چوٹی سے گرایا گیا تھا۔ آج وہ جہنّم کی تہہ تک پہنچا ہے۔ جہنّم میں بچھو اور سانپ ہوں گے۔ ایک بچھو خچر کے برابر قد آور ہوگا۔ ایک ایک سانپ کے دس دس لاکھ سر ہوں گے۔ اس سانپ کا ڈسنا تو کیا اگر یہ سانپ پھونک مار دے تو ساری دنیا جل کر راکھ ہو جائے۔

جنّت اور جہنّم کی حقیقت

پس کلمۂ لا الٰہ کا مطلب ہے کہ جہنّم اور جنّت کو حقیقت ماننے۔ بزرگوں کی نمازیں یوں ادا ہوتی ہے کہ وہ دائیں طرف جنّت، بائیں طرف جہنّم اور سامنے خدا تعالیٰ کا تصوّر کرتے تھے۔ ایسے زخمی لوگوں کے جسم سے نماز کی حالت میں تیر نکالا جا سکتا تھا۔ حضرت علیؓ کے جسم میں جب تیر لگتا وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور صحابہ ان کے جسم سے تیر نکال لیتے۔ انہیں مطلق تکلیف نہ ہوتی ــــ ایک بزرگ کے پاؤں میں پھوڑا ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے اس کا علاج اپریشن بتایا۔ بزرگ نماز کی حالت میں تھے کہ ان کا اپریشن کیا گیا۔ انہیں محسوس ہی نہیں ہوا ــــ اس لئے کہ بحالتِ نماز جنّت اور جہنّم کی حقیقت ان کے سامنے تھی۔

جہنّم کی وادیاں بڑا طویل موضوع ہے۔

حضورؐ نے فرمایا جہنّم ایک حیوان ہے۔ اس جانور کی ۷۰ ہزار لگامیں ہیں۔ ہر لگام کو ۷۰ ہزار فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔ ان فرشتوں کی ہیبت نہایت خوفناک ہے۔ خدا فرمائے گا کہ آج سب لوگوں کو جہنّم دکھاؤ۔ تا کہ ہم نے جو کہا تھا یہ آج اس کا مشاہدہ کر لیں۔ جہنّم جب کروٹ بدلے گی حضورؐ سرورِ کائنات کے سوا ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ ہم گناہگار لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اندازہ کریں اور سوچیں کہ اسی کا نام مراقبہ ہے۔ جس شخص کا محاسبہ ہوتا ہے وہ نہیں بچتا، پھر قیامت کے دن کا محاسبہ ــــ بھلا ہم کیسے بچ سکتے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ آسان حساب کا مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ ہو تو جنّت میں چلا جاؤں۔

حیات بعد الممات

انسان کی عمر کتنی ہو سکتی ہے۔ سو سال، ڈیڑھ سو سال، ایک ہزار سال، آخر تو موت ضرور آئے گی۔ ہمارے مرشد اور پیر ہیں۔ اب ان کی عمر ۱۵۷ سال ہو گئی ہے۔ انہوں نے تین صدیاں دیکھی ہیں۔ ۸۱ حج کئے ہیں۔ ان کا نام حضرت مولانا عبدالمعبود ہے۔

حضورؐ سرورِ کائنات کی عمر ۶۳ سال، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عمر بھی ۶۳ سال تھی۔ گویا انسان کی اوسط عمر ۶۳ سال ہے۔ گویا کامل انسان کی حیاتِ دنیاوی کی مدت ۶۳ سال ہے۔ امام غزالی کہتے ہیں ۶۳ سال کے بعد انسان کمزور ہو جاتا ہے اور بوڑھا بچّہ بن جاتا ہے۔ بالفرض ہماری عمر سو سال ہو جائے موت آئے گی اور موت کے بعد سب رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ باپ بیٹے کے مرنے پر، بیٹا باپ کے مرنے پر کہتا ہے میّت کو جلد دفن کرو۔ مرنے پر باپ بیٹے کو میّت اور باپ کی موت پر بیٹا باپ کو میّت کے نام سے پکارتا ہے۔ نہ بیٹا باپ کو باپ نہ باپ بیٹے کو بیٹا کہتا ہے۔ ہم اس دنیا میں بال بچّوں کی خاطر، والدین کی خاطر کیا کچھ نہیں کرتے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہم آخرت کی زندگی کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ یہاں کی زندگی محدود، وہاں کی لامحدود، دنیا محدود، آخرت لامحدود، قرآن کہتا ہے۔ جو کافر جہنّم میں جائیں گے وہ ختم نہیں ہوں گے۔ نہ مریں گے نہ جیئیں گے ہمیشہ جہنّم میں جلتے رہیں گے۔ قیامت کے دن موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیا جائے گا۔ اور آواز بلند ہوگی کہ آج کے بعد کسی کو موت نہیں۔ قرآن کے مطابق قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس اعتبار سے دنیا کی سو سال کی عمر دو منٹ تین سیکنڈ بنتی ہے۔

قیامت کے دن پانچ سوال ہر شخص سے ہوں گے:

۱۔ زندگی کہاں کس حال میں بسر کی؟
۲۔ جوانی کہاں کس حال میں گذاری؟
۳۔ مال کس طریقے سے کمایا؟
۴۔ کس طریقے پر خرچ کیا؟
۵۔ جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟

مُنکرِ خُدا مُردہ، ذاکرِ خُدا زندہ

پس اللہ پاک کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور خداوند عالم فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ دیکھو! یہ وہی انسان ہے جس کے بارے میں تم کہتے تھے کہ یہ زمین پر فساد پھیلائے گا۔ اب دیکھو یہ میرا ذکر کر رہے ہیں۔ جو انسان خدا کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید دورانِ جنگ ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں دشمن کی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ اور خالدؓ بن ولید کے پاس اس وقت صرف ساٹھ سپاہی تھے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ساٹھ آدمیوں سے کہا تم ساٹھ آدمی زندہ ہو اس لئے خدا کا ذکر کرتے ہو۔ وہ ۶۰ ہزار خدا کا ذکر نہیں کرتے اس لئے مُردہ ہیں۔ پس لا الٰہ کا ذکر کرو اور ان مُردوں کو کاٹ کر رکھ دو۔ چنانچہ ان ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ دشمن کے ہزاروں آدمی قتل ہوئے اور صرف دس پندرہ مُسلمان شہید ہوئے۔ پس منکرِ خدا مُردہ ہے، ذاکرِ خدا زندہ ہے۔ ذکر کرنے سے خدا یاد آتا ہے۔ دل میں ایک نُور پیدا ہوتا ہے۔ جس سے گناہوں کی سیاہی ختم ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور لوہے کے زنگ کو تو کسی نہ کسی طریقے سے صاف کر لیا جاتا ہے۔ دلوں کے زنگ کو کس طرح دُور کیا جا سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا موت کی یاد اور قرآنِ حکیم کی تلاوت کے ذریعہ ــــ تو دوستو! موت کی یاد گویا ذکرِ خفی یعنی مراقبہ ہے اور قرآن کی تلاوت ذکرِ جہر ہے۔ حدیث میں ہے کہ ذکرِ خدا سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ جنّت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ ذاکرین کے لئے مخصوص ہے۔ حدیثِ قدسی ہے کہ جب بندہ دل میں خدا کو یاد کرتا ہے خدا بھی بندے کو یاد کرتا ہے۔ جب بندہ مجلس میں یاد کرتا ہے خدا بھی مجلس میں یاد کرتا ہے۔ جب بندہ خدا کی طرف چل کر جاتا ہے خدا بندے کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ خدا تو ہر جگہ موجود ہے۔ خدا تو دودھ میں مکھن کی طرح ہے جو دودھ میں موجود ہے لیکن دودھ میں سے نکال نہیں سکتے۔ ذکر کرنے سے یہ مکھن حاصل ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ذاکرین قیامت کو اپنی قبروں سے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ اور اُن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔ گناہوں کے سبب دل میں سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں اور لا الٰہ کے ذکر سے یہ سیاہی دُھل جاتی ہے۔

آخر میں تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کا ثواب اہلِ بیت، صحابۂ کرام، حضرت سید عبدالقادر جیلانی، تمام ائمہ کرام، بزرگانِ دین کو پہنچانے کی دُعا کی گئی۔ نیز مرحوم و مغفور میاں محمد صاحب، والدہ محترمہ، غلام مصطفیٰ الشیخ کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

پاکستان کے حفظ و بقا، مجاہدینِ افغانستان، مجاہدینِ فلسطین کی کامیابی کی دُعا بھی کی گئی۔

انور ایسوسی ایشن کا تعارف

حضرت مولانا احمد علی صاحب کے اس ایمان پرور خطاب کے بعد جناب زاہد جاوید انور نے انور ایسوسی ایشن پاکستان کا مختصر تعارف کرایا۔ ایسوسی ایشن کی طرف سے مہمانانِ خصوصی کو سپاسنامۂ عقیدت پیش کیا۔ سب حاضرینِ مجلس کا شکریہ ادا کیا گیا۔ حاجی بشیر احمد صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ اور توقع ظاہر کی گئی کہ انور ایسوسی ایشن کی طرف سے آئندہ بھی ایسی تقریبات منعقد ہوا کریں گی اور مہمانِ خصوصی کی سرپرستی اور حاضرینِ مجلس کی تشریف آوری ہوتی رہے گی۔

زاہد صاحب نے ہفت روزہ خدام الدین کا تعارف بھی کرایا اور امید ظاہر کی کہ کویت میں خدام الدین کی توسیعِ اشاعت کا سلسلہ بھی جاری کیا جا سکے گا ــــ اختتامِ مجلس کے بعد حاضرینِ مجلس کو دعوتِ طعام دی گئی۔ اور اس طرح رات دس بجے یہ پاکیزہ مجلس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

قابلِ توجّہ

شاہ ولی اللہ سوسائٹی
کی
دوسری نشست میں
امام انقلاب مولانا سندھی رحمہ اللہ تعالےٰ
سے متعلق
مولانا عبید اللہ انور
کا
فکر انگیز مقالہ خود ان کی تحریر میں
آئندہ ہفتہ ملاحظہ فرمائیں
(علوی)

● خدا کے ساتھ دل سے وہی معاملہ رکھو جو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہو

● جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو۔

● ہمسایہ کی کوئی بری بات دیکھو تو پردہ پوشی کرو۔

(شبلی نعمانیؒ)

بریلوی علماء کے لئے لمحۂ فکریہ

(ایڈیٹر کے قلم سے)

میلاد کے جلوس اور عرسوں کی تقریبات

حضرت خواجہ علی ہجویری قدس سرہ کے عرس (؟) کے موقعہ پر غلامان داتا گنج بخش نامی تنظیم کے اشتہار کی تفصیلات ہم ان صفحات پر پیش کر کے محکمہ اوقاف اور بریلوی علماء سے درخواست کر چکے ہیں کہ وہ صورتحال کی سنگینی کا احساس کریں اور طوفان بدتمیزی کی روک تھام کے لئے میدانِ عمل میں آئیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس درخواست کو سنجیدگی سے سنا گیا اور بریلوی علماء کے ایک طبقہ نے اس کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ اس سلسلہ میں مزید پیش رفت بھی کی — چنانچہ اب ہمارے پاس تین پوسٹر آئے ہیں جن میں سے ایک "غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گوالمنڈی لاہور"، دوسرا اخوان المؤمنین پاکستان مسجد اکھاڑے والی تکیہ پتنگاں راوی روڈ لاہور، اور تیسرا غلامان داتا گنج بخش رنگ محل لاہور کی طرف سے ہے۔ ان اشتہارات پر بعض ذمہ دار بریلوی علماء واکابر کے دستخط بھی ہیں۔ جن میں مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا محمد رمضان حزب الاحناف لاہور، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، علامہ الٰہی بخش، مولانا عبدالحکیم شرف قادری صدر مدرس جامعہ نظامیہ لاہور، مولانا محمد رشید نقشبندی مدرس نظامیہ لاہور، سید غلام مصطفیٰ عقیل گوالمنڈی لاہور، مولانا عبدالستار قلعہ گوجر سنگھ لاہور، مولانا علی احمد پاپڑ منڈی لاہور، مولانا مہردین حزب الاحناف لاہور، علامہ مقصود احمد عرس آفیسر محکمہ اوقاف، علامہ محمد سعید خطیب داتا دربار، جناب عنایت اللہ قادری بانی مرکزی جلوس میلاد اور مولانا محمد صدیق سعیدی شامل ہیں۔

ایک اشتہار میں خانہ کعبہ کے ماڈل تیار کرنے اور ان کے ارد گرد حاجیوں کی مورتیاں اور بت طواف کرتے ہوئے دکھانے سے متعلق پوچھا گیا ہے کہ ——

اس عمل کو کار ثواب سمجھنا آیا عشق مصطفیٰ ہے یا بغض مصطفیٰ؟ کار ثواب ہے یا باعث عذاب؟

اس کا جواب، یہ لکھا گیا ہے کہ ——

امت مسلمہ نہ بت ساز ہے نہ بت پسند، اور نہ ہی بت فروش بلکہ بت شکن ہے، بت شکن ہے، بت شکن ہے۔

لہٰذا

خانہ کعبہ کے ماڈل کے گرد مورتیاں بنانا بالکل ناجائز اور گناہ ہے۔

دوسرے اشتہار میں دو جلوسوں کا ذکر ہے جن میں سے ایک کو نورانی، اور دوسرے کو شیطانی یا بالفاظ دگر جلوس مصطفیٰ اور جلوس قارون کا نام دیا گیا ہے۔ نورانی جلوس وہ قرار دیا گیا ہے جو حضور علیہ السلام کے سفر ہجرت کے موقعہ پر قبا سے مدینہ منورہ تک نکلا (قطع نظر اس کے کہ اسے جلوس کہنا درست ہے یا نہیں) بقول اشتہار اس میں کوئی باجا گاجا، ڈھولک، رقص، ڈانس وغیرہ نہ تھا اور شیطانی جلوس قارون کا جلوس قرار دیا گیا ہے جو فرعون کا پالتو غنڈہ سرمایہ دار اور موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار ہونے کے باوصف بدترین دشمن اور سازشی تھا، اس جلوس میں ہر وہ حرکت تھی جو آج نظر آتی ہے — اس کے بعد ایک اپیل ہے جسے ہم من وعن نقل کر رہے ہیں۔

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی عاجزانہ درخواست اور دردمندانہ اپیل ہے کہ جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہونے والا ہر شخص خلاف شرع حرکات سے پرہیز کرے، اگر کوئی دشمنِ رسول اس مبارک جلوس کو قارونی جلوس میں ڈھالنے کی کوشش کرے گا تو سختی سے اس کا محاسبہ کیا جائے گا نیز جلوس میں خلافِ شرع حرکات کو روکنے کے لئے عوام، جماعت اہلسنت اور پولیس کو نوجوان رضا کاروں سے تعاون کرتے ہوئے ناجائز حرکات کرنے والوں کو جلوس سے نکال دینا چاہیئے اور ہر نماز پابندی سے باجماعت ادا کرنی چاہیئے ——

اور تیسرے اشتہار میں ایک سوال ہے کہ کیا عید میلاد النبی منانا ناجائز ہے؟ اس کا جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ جائز ہے (؟) بلکہ اسے کار ثواب، اور باعث برکت قرار دیا ہے لیکن جلوس میلاد اور بزرگان دین کے عرس مناتے وقت کچھ ضابطوں اور قواعد کی پابندی کو لازمی قرار دیا گیا ہے، اس کے مطابق فلمی ریکارڈنگ اور رقص، ساری رات جاگنے کے باوجود نماز کا خیال نہ کرنا، چندہ کے لئے لوگوں کو تنگ کرنا اور نہ دینے والوں پر آوازیں کسنا، جلوس میں نقلی داڑھیاں لگا کر سنت رسول کی توہین کرنا، تبرک کے لفافوں کی بے ادبی کرنا(؟) اور عورتوں کا مردوں کے ہجوم میں آنا، جیسی ہدایات دی گئی ہیں اور اس اشتہار میں بطور خاص مولانا عبدالستار نیازی کا ایک پیغام اہلسنت (؟) کے نام ہے۔ جس میں کہا گیا ہے:

میلاد مبارک کے سلسلہ میں تمام مجالس اور جلوس باوقار طریقہ سے منعقد کئے جائیں، خلاف شرع حرکات وسکنات اور گفتار سے کلیتہً احتراز کیا جائے بلکہ ہر قسم کی خلاف شرع حرکات کو سختی سے بند کر دیا جائے اور اس سلسلہ میں انتظامیہ کو متوجہ کر کے انسدادی اقدامات کئے جائیں۔

ہم گذشتہ اشتہار کے ضمن میں اپنے تبصرہ میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ہم خدام مسلک حقہ اہل سنت والجماعت عرسوں اور جلوسوں نام کی کسی چیز کو دیانت داری سے درست نہیں سمجھتے اور ہمارا واضح موقف یہ ہے کہ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا حق تب ادا ہوتا ہے جب مسلمان سچے دل سے آپ کے لائے ہوئے دین کے عملی تقاضوں کو پورا کریں —— ورنہ دین اسلام کو لہو ولعب کا دین قرار دینا سخت قسم کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے حکومت پاکستان، بالخصوص محکمہ اوقاف اور بریلوی علماء سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور قوت وجرأت کے ساتھ سامنے آکر ان خرافات کو بند کرائیں —— آپ کی طرف سے یہ اشتہار بھی لائق تحسین ہیں اور ہم آپ کو مبارک کہتے ہیں کہ آپ نے اتنا کام کیا لیکن کار جہاں بہت دراز ہے اور آپ کی ذمہ داری اسی پر ختم نہیں ہو جاتی —— آج جاہل عوام جلوسوں اور عرسوں کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں، اس ضمن میں تمام تر ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے اور وہ آپ ہی کو اس کا ذمہ دار گردانتے ہیں —— اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ہمت مردانہ سے کام لے کر اس ضلالت وگمراہی کے طوفان کو روکنے کی تدابیر کریں ممکن ہے اس سلسلہ میں آپ کو عوام کے طعن وتشنیع کا نشانہ بننا پڑے یا اس سے آگے بڑھ کر پتھر کھاتے پڑیں —— لیکن نبی امی علیہ السلام کے ساتھ مکہ وطائف کے بازاروں میں جو ہوا اس کو سامنے رکھ کر آپ کے لائے ہوئے دین کی غرض سے یہ تلخی بھی برداشت کر لیں اسی میں دنیا کا بھلا ہے اور اسی میں عاقبت کی خیر۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کے تقاضوں کو اپنانے کی توفیق دے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اعمالِ صالحہ کے ذریعہ سے طلب کرو

—— محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص سندھ) ——

اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ

(النساء آیت ۳۲)

ترجمہ : اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔

(ف) .... اب جو فضل کا طالب ہو اس کو چاہیئے کہ عمل کے ذریعہ سے طلب کرے۔ پس عمل کے ذریعہ سے فضل کو طلب کرو۔ محض تمنّا اور آرزو اس کے لئے کافی نہیں۔

(حاشیہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

لہٰذا اعمال صالحہ نجات کا ذریعہ بنیں۔ اس کے لئے بندہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کے فضل کا محتاج ہے۔ اس حقیقت کی گواہ یہ حدیث شریف ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو (بغیر فضل اور رحمت الٰہی کے) اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! اور نہ ہی آپ کو؟ آپؐ نے فرمایا مجھ کو بھی میرا عمل بہشت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ خدا تعالےٰ اپنے فضل اور رحمت سے مجھے ڈھانک لے۔

(مشارق الانوار حدیث ۱۴۹۰)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے تھے۔

ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام احوال میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے (ترجمہ صحیح مسلم مولانا محمد مالک کاندھلوی صـ۱۸۳)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب خیزی اور تہجد کی نماز اتنی کثرت سے پڑھتے تھے اور اتنا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی آپ اس قدر مشقت اور تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی اگلی اور پچھلی بھول چوک کی مغفرت کا کا قرآن کریم میں وعدہ فرمایا ہے۔؟

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے) (الفتح آیت ۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ —— (سبحان اللہ)

یعنی میری عبادت گناہ ہی بخشوانے کے واسطے نہیں ہے بلکہ اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ میری مغفرت کا وعدہ کیا۔ مجھ کو افضل الانبیاء (علیہم السلام) کیا۔ اور بندگی (عبادت) کی مجھ کو توفیق دی۔

معلوم ہؤا کہ بندہ کسی طرح خدا تعالےٰ کی بندگی سے بے حاجت نہیں ہو سکتا۔ اگر مغفرت ہوئی تو اس کی شکرگذاری واجب ہے۔

اور یہ جو بعضے فقیر کہتے ہیں کہ جب آدمی کامل ہوگیا اور خدا رسیدہ ہؤا تو اس کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں۔ اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہؤا کہ یہ نہایت غلط بات ہے۔ اس واسطے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے زیادہ خدا رسیدہ کون ہے جس کو عبادت کی حاجت نہ ہو؟

(مشارق الانوار حدیث ۱۴۲۰ صـ۲۴۳)

حضراتِ اکابرؒ تو اللہ تعالےٰ کے فضل کے حصول کے لئے اعمال صالحہ بجالانے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا و مرشدنا و مولانا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "(بے عقل لوگ) یہ خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت "ریائی" (دوسروں کو دکھانے کے لئے) ہے (اُن کا خیال ہے کہ) وہ عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ تاکہ ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے مبتدی اور پیرو اس عبادت میں ان کی پیروی کریں۔ وہ اس لئے عبادت نہیں کرتے کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں۔ اور اپنے اس قول کی تائید میں وہ مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "پیر جب تک منافق اور ریائی نہ ہو۔ تب تک مرید اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے"۔

اللہ تعالیٰ ان (ایسا خیال کرنے والے جاہلوں) کو رسوا کرے یہ بڑے جاہل ہیں۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) جس قدر عارفوں کو عبادت کی حاجت ہے، اس کے دسویں حصے جتنی بھی مبتدیوں کو احتیاج نہیں۔

کیونکہ عارفوں کا "عروج" عبادت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ان کی ترقی شرائع و احکام کے بجا لانے پر منحصر ہے۔ عبادت کے ثمرات جن کی عوام کو کل (قیامت کے دن ملنے کی امید ہے وہ عارفوں کو آج ہی میسر ہے۔ لہٰذا عارف عبادت کے زیادہ محتاج ہیں۔ اور ان کو شریعت کی پیروی کی زیادہ حاجت ہے۔

(از مکتوب ۲۷۶ - دفتر اول)

حضرت سیدنا و مرشدنا و مولانا خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "مدارِ کار فضلِ (الٰہی) پر ہے۔ لیکن اعمالِ صالح کا بجا لانا ضروری ہے۔

اس لئے عمل کرنے میں بے حد کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر اعتماد اس کے فضل اور رحمت پر کرنا چاہیئے اور اپنے عملوں کو درگاہ (الٰہی) کے لائق نہ سمجھنا چاہیئے۔ اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ "اعمال صالحہ بجا لاتے رہو اور استغفار بھی کرتے رہو"۔

حضرت رابعہؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس امید پر خوش ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میری خوشی کُل اعمال سے مایوسی کی وجہ سے ہے (میری خوشی اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر ہے)

حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے نجات نہ پائے گا۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! نہ ہی آپ؟ آپؐ نے فرمایا اور نہ میں مگر اللہ تعالےٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانک لے۔

(از مکتوب ۴۴ - دفتر سوم)

اقوالِ زرّیں حضرت ابوبکر صدیقؓ

۱۔ عدل ہر ایک سے بہتر ہے لیکن امیروں سے بہتر تر ہے
۲۔ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر اس سے بچنا واجب تر ہے۔
۳۔ گناہ جوان کا بد ہے مگر بوڑھوں سے بدتر ہے۔
۴۔ شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے
۵۔ جسے رونے کی طاقت نہ ہو، وہ رونے والوں پر رحم کیا کرے۔
۶۔ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون وغیرہ کی
۷۔ بُروں کی صحبت نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے۔ اور تنہائی سے اہلِ علم کی صحبت بہتر ہے۔
۸۔ عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار ہے اور علم بغیر عمل کے بیکار ہے
۹۔ انسان ضعیف ہے، تعجب ہے کہ وہ خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔
۱۰۔ امیروں کا غرور کرنا بد ہے مگر محتاجوں کا غرور بدتر ہے۔

مفکرِ احرار چودھری افضل حق (مرحوم) کے نام

۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء — (بشکریہ روزنامہ نوائے پاکستان لاہور افضل حق نمبر) — آزاد شیرازی

افضلِ حق! افضلِ ملت! وطن کے غمگسار
یاد میں تیری ہے ہر ذرہ وطن کا سوگوار

ریگ زارِ سندھ سے تا وادیٔ کشمیر دیکھ!
اُٹھ ذرا، اور اُٹھ کے اپنے خواب کی تعبیر دیکھ!

تُو نے جو دیکھا تھا انسانوں کی آزادی کا خواب
بن گیا وہ آج حیوانوں کی آزادی کا باب

مشرق و مغرب میں اب تک شیطنت کا راج ہے
ہاتھ سے انسان کے انسانیت تاراج ہے

تُو سراپا فکر تھا، سرچشمۂ افکار تھا
کاروانِ حریت کا قافلہ سالار تھا

کیوں نہ ہو حاصل تجھے دیدارِ محبوبِ خدا
زندگی بھر جن کی سیرت کا تُو شیدائی رہا

رونقِ ہنگامۂ احرار تیری ذات تھی
ذات تیری مطلعِ انوارِ صد برکات تھی

خدمتِ خلقِ خدا، مسلک ترا، مشرب ترا
دیں ترا انسانیت، انسانیت مذہب ترا

جیسے سوتی ہے خزاں کی گود میں فصلِ بہار
تیری درویشی میں یوں سوتا تھا شاہی اقتدار

اشتراکیت تری، اسلام کی تصویر تھی!
تیرے پاؤں میں کچل جاتی ہر اک جاگیر تھی!

اُٹھ ذرا! سوتی ہوئی قسمت جگانے کے لئے!
ہے ضرورت ہم کو تیری ہر زمانے کے لئے!

